تقویٰ کا حصول

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (البقرہ:۱۸۴)

اے ایمان والو!تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر صوم فرض کیا گیا تھا، تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو گنتی کے چند ہی دن ہیں لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کر لے اور اس کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں، پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اسی کے لئے بہتر ہے لیکن تمہارے حق میں بہتر کام روزے رکھنا ہی ہے اگر تم باعلم ہو۔

صیام،صوم (روزہ) کا مصدر ہے جس کے شرعی معنی ہیں، صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور بیوی سے ہم بستری کرنے سے، اللہ کی رضا کے لیے، رکے رہنا، یہ عبادت چوں کہ نفس کی طہارت اور تزکیہ کے لیے بہت اہم ہے، اس لیے اسے تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا۔اس کا سب سے بڑا مقصد تقوی کا حصول ہے، اور تقوی انسان کے اخلاق و کردار کے سنوارنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ یہ بیمار اور مسافر کو رخصت دے دی گئی ہے کہ وہ بیماری یا سفر کی وجہ سے رمضان المبارک میں جتنے روزے نہ رکھ سکے ہوں، وہ بعد میں رکھ کر گنتی پوری کر لیں۔

(یطیقونه) کا ترجمہ یتجشمونه نہایت مشقت سے روزہ رکھ سکیں کیا گیا ہے (یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے امام بخاری نے بھی اسے پسند کیا ہے) یعنی جو شخص زیادہ بڑھاپے یا ایسی بیماری کی وجہ سے، جس سے شفایابی کی امید نہ ہو، روزہ رکھنے میں مشقت محسوس کرے، وہ ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دے دے، لیکن جمہور مفسرین نے اس کا ترجمہ ’’طاقت رکھتے ہیں‘‘ ہی کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں روزے کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے طاقت رکھنے والوں کو بھی رخصت دے دی گئی تھی کہ اگر وہ روزہ نہ رکھیں تو اس کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دے دیا کریں۔لیکن بعد میں فمن شهد منكم الشهر فليصمه کے ذریعے سے اسے منسوخ کر کے ہر صاحب طاقت کے لیے روزہ فرض کر دیا گیا، تاہم زیادہ بوڑھے دائمی مریض کے لیے اب بھی یہی حکم ہے کہ وہ فدیہ دے دیں اور حاملہ (حمل والی) اور مرضعۃ دودھ پلانے والی عورتیں اگر مشقت محسوس کریں تو وہ مریض کے حکم میں ہوں گی یعنی وہ روزہ نہ رکھیں اور بعد میں روزے کی قضا دیں۔ (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی) جو خوشی سے ایک مسکین کی بجائے دو یا تین مسکینوں کو کھانا کھلا دے تو اس کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (تفسیر احسن البیان)

درس حدیث

ماہِ رمضان کو غنیمت جانیں

محمد اظہر مدنی

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من صام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه (بخاری: ۳۸ ومسلم: ۷۶۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

تشریح: رمضان المبارک کا مہینہ بے شمار نعمتوں اور انمول تحائف کے ساتھ ہم پر سایہ فگن ہے۔ اس کا ایک ایک لمحہ خیر و برکت سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی نوازشیں اور اکرام بندوں پر نچھاور ہیں۔ درحقیقت رمضان کا مبارک مہینہ امت محمدیہ کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس کے اندر ایمان کے وہ مظاہر دیکھنے کو ملتے ہیں جو دیگر ایام میں کبھی حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ یہ رحمت ومغفرت، ذکر واذکار، صدقہ وخیرات، قیام وصیام، توبہ واستغفار نیز غمخواری وغمگساری کا مہینہ ہے۔ معاشرہ کا سب سے گھٹیا اور فاجر وفاسق انسان بھی اس مہینہ کی قدر کرتا ہے، نہ چاہتے ہوئے بھی صوم وصلوۃ کی پابندی کرتا ہے۔ سمات ظاہری کو چست اور درست رکھتا ہے۔ حتی المقدور لغویات سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ ماہ رمضان کا روزہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سن ۲ھ میں فرض فرمایا: آنحضور ﷺ بغیر کسی ناغہ کے مسلسل نو سال تک ماہ رمضان کا روزہ رکھتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ ماہ ربیع الاول سن ۱۱ھ میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸۳ میں ماہ رمضان کی فرضیت کا ذکر فرماتا ہے يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْن کہ اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقوی اختیار کرو اور ایک دوسری آیت کریمہ میں سابقہ تعلیمات کو منسوخ قرار دیتے ہوئے ماہ رمضان کے روزوں کو فرض قرار دیا۔ فمن شهد منكم الشهر فليصمه کہ تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے وہ روزہ رکھے۔ چنانچہ ماہ رمضان کے صیام وقیام کا اس کے شایان شان اہتمام کرنا چاہیے، عقل مند انسان وہ ہے جو قیمتی اوقات کو غنیمت جان کر اس سے استفادہ کرتا ہے۔ ماہ رمضان کا مہینہ توشہ جمع کرنے کا مہینہ ہے لہٰذا ایک صحت مند انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے ایام صحت سے فائدہ اٹھائے اور زیادہ سے زیادہ تہجد گزاری کرے۔ ایک تونگر انسان اپنے فقر سے پہلے اپنی مصروفیت سے پہلے۔ اپنی فرصت اور موت سے پہلے اپنی حیات کو غنیمت جانتے ہوئے ماہ صیام کے اعتکاف اور اس کے قدر کی راتوں سے بھر پور فائدہ اٹھائے۔ اچھے اعمال کا محض آرزو کرنا کسی انسان کے لئے سود مند نہیں ہے بلکہ ایمان کے ساتھ ساتھ عمل کا ہونا ضروری ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے یقین کامل اور صدق نیت سے رمضان کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے سابقہ گناہ کو معاف فرما دیتا ہے۔ لہٰذا رمضان کا مبارک مہینہ جہاں خوشی ومسرت وشادمانی کا مہینہ ہے۔ وہیں یہ احتساب کا بھی مہینہ ہے۔ ہر انسان کو چاہیے کہ اپنا محاسبہ کرے، سنت نبوی کے مطابق زندگی گزارے، اتباع حق کا جذبہ اپنے اندر موجزن کرے، آخرت کی تیاری کے لیے کمر بستہ ہو جائے۔ لہٰذا ابھی سے دل کو آباد رکھ کر دن ورات تدبر وتفکر سے کام لینا چاہئے۔ یہ گردش لیل ونہار انسان کو موت کے قریب کر رہا ہے۔ آنے والا لمحہ گزرتا جا رہا ہے آنے والے ماہ وسال آخرت کی طرف کھینچے چلے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ماہ رمضان کی ان مبارک ساعتوں میں کسی بھی طرح کی کوتاہی انسان کو حسرت وندامت سے دوچار کر دیگی اور اسے کف افسوس ملنے کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔

مبارک باد کے مستحق ہیں وہ لوگ جنہوں نے ماہ رمضان کا استقبال اور اس کی تیاری سنت نبوی کے مطابق کی اپنے دلوں کو برائیوں سے، کینہ وکپٹ، بغض وحسد سے پاک وصاف کیا، اللہ کی دربار میں خائب وخاسر ہو کر ماہ رمضان کے مبارک لمحات سے فائدہ اٹھانے کا عزم مصمم اور رضائے الٰہی کی بجا آوری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ منہیات ومنکرات اور معاصیات وسیئیات سے اجتناب کو اپنا شیوہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ماہ رمضان کو غنیمت جانتے ہوئے اس کے برکات سے بھر پور فائدہ اٹھانے اور زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن، دعاء واذکار، توبہ واستغفار، صدقات وخیرات اور تہجد گذاری کے ساتھ ساتھ سحری وافطاری اور قدر کی راتوں میں عبادت نیز اعتکاف کرنے کی توفیق ارزانی بخشے۔ آمین وصلی اللہ علی النبی الکریم۔ ☆☆

ادار یہ

ابو مصلح الکریمی

بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا

بعض حقائق و واقعات ایسے ہوتے ہیں جن سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان سے حاصل ہونے والے عبر و فوائد کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ان واقعات و حوادث اور سچائیوں اور اچھائیوں کو اپنانے اور بوقت ضرورت برتنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے کی بھی وکالت ہونی چاہئے اور ان کو اسوہ ونمونہ بھی بنانے کی ترغیب وتعلیم دی جانی چاہئے اور بسا اوقات وہ ہمارے لیے بہترین مثالیں بنتی بھی ہیں۔خصوصا ایسی حکایات و واقعات جو انسانی و اسلامی تاریخ کے عظیم، موثر اور واضح واقعات ہوں اور قرآن کریم یا حدیث پاک یا سیرت طیبہ میں ان کو خاص مقام ومرتبہ بھی حاصل ہو، ان کے دور رس نتائج اور بہترین ثمرات و برکات بھی حاصل ہوئے ہوں اور ان واقعات نے تاریخ کے دھارے کو موڑ دینے کے عظیم الشان کارنامے بھی انجام دیے ہوں اور بذات خود وہ یادگار اور مشہور ومعروف واقعات کے طور پر جانے اور پہچانے بھی جاتے ہوں۔اور ان کے ہر ہر جز وقضیہ کو انسانی تاریخ کے اہم کام، مثال اور کردار کے طور پر پیش کئے جانے کا سزاوار بھی قرار دیا جاتا ہو اور بجا طور پر ان کا مثالی ونمونہ ہونا مسلمات میں سے مانا جانے لگے۔ایسے واقعات تاریخ انسانی میں کمیاب و نایاب ہوتے ہیں اور اگر افسانوی، تفریحی اور بھرتی کے بہت سے کردار ان میں سے قلم زد کر دیئے جائیں اور دیو مالائیت، اساطیر اور دیگر حشو وزائد اور داستان سرائیوں کو حذف کر دیا جائے تو وہ واقعات وحادثات مجرد ایک خشک واقعہ اور محدود نظر وفکر اور فائدہ کی چیز بن کر رہ جاتے ہیں۔ایسے واقعات حیات انسانی میں بے شمار ہیں۔لیکن وہ واقعہ یا معرکہ جسے انسانی تاریخ میں حق و باطل کے مابین مکمل تمیز وتفریق کے لیے جانا جاتا ہے وہ غزوہ بدر ہے جس میں قلتِ تعداد اور قلتِ اسباب کے باوجود اہل حق کو عظیم فتح ونصرت حاصل ہوئی تھی۔”وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ“۔(آل عمران:۱۲۳)”جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت تمہاری مدد فرمائی تھی جبکہ تم نہایت گری ہوئی حالت میں تھے، اس لیے اللہ ہی سے ڈرو! (نہ کسی اور سے) تاکہ تمہیں شکر گزاری کی توفیق ہو“ اس تاریخی دن کو یوم الفرقان اس لیے تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس دن انتہائی ناگزیر و نازک حالات میں دو گروہوں حق و باطل کی آویزش کا معرکہ پیش آیا تھا۔اور وہ اپنی لمبی تمہید سے لے کر مختصر دیباچہ ومقدمہ تک آج بھی ہر زاویہ سے تاریخ انسانی کے بہت سے اہم ترین واقعات ومعرکوں پر بھاری پڑیگا اور کمیت وکیفیت ہر ناحیہ سے انسانیت کے لیے مفید ہوگا۔

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
رمضان المبارک کے فضائل واحکام	۶
فریضۂ زکوٰۃ اور اس کی ضرورت	۱۱
اعتکاف کے احکام ومسائل کتاب وسنت کی روشنی میں	۱۴
رمضان المبارک کے چند امور محدثات	۲۰
عیدالفطر کے احکام ومسائل	۲۴
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۹
جماعتی خبریں	۳۰
اعلان داخلہ	۳۱
رمضان المبارک کے موقع پر تعاون کی اپیل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ــــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ــــــــ ۷/روپے
پاکستان ــــــــ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ و دیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

آج رمضان کے فضائل و برکات بیان کرتے ہوئے غزوہ بدر کا ذکر بھی ضرور ہوتا ہے۔اور بعض مسلمانوں کے لیے رمضان المبارک صرف ایک عبادت کا موسم ہی نہیں مانا جاتا ہے بلکہ اس تاریخی معرکہ کو بنیاد بنا کر موجودہ دور میں فتح ونصرت الٰہی کے لیے رمضان میں معرکوں کو انجام دینے کی ترغیب بھی دی جاتی ہے۔گویا بھوک پیاس اور دیگر مشغولیات وعبادات کے شانہ بشانہ جہاد اور معرکہ بھی فرض ہے اور اس ماہ مبارک اور روزہ کی حالت میں فتحیابی لابدی اور یقینی امر ہے۔کسی تاریخی واقعہ سے استدلال اور اس کے وقوع پذیر ہونے سے بھلا کس کو انکار ہوسکتا ہے۔

لیکن اس واقعہ کو بنیاد بنا کر ان خاص ایام ومہینہ میں جہاد وقتال کے لیے عملاً اقدام کو فرض قرار دینا اور دوسروں پر بھی اس کی فرضیت تھوپنا، اسے فتح ونصرت کی ضمانت سمجھ بیٹھنا اور اس ماہ کے دیگر برکات اور خود مومن کے اپنے دیگر مطلوبہ اوصاف وکردار سے مزین نہ ہونا اور انہیں خاطر میں نہ لانا شرعا وعقلا درست نہیں ہے۔کیوں کہ غزوہ بدر میں فتح ان مومنین کو حاصل ہوئی تھی جو مکمل طور پر دین وایمان کی کسوٹی پر پورے اترے تھے۔فرائض وواجبات کی ادائیگی میں ان کی کوئی مثال نہ تھی۔بایں ہمہ وہ مظلومیت کے آخری درجے میں صرف اور صرف دین کی خاطر ہی مبتلا کیے گئے تھے۔آج ہمارا حال یہ ہے کہ دین کے ادنیٰ تقاضے ہم سے پورے نہیں ہورہے ہیں۔رمضان کی برکتوں سے غفلت، اس کی عظمتوں سے بے خبری، اس کی نمازوں سے لاپرواہی، اس کے صیام اور اپنے اوپر کنٹرول سے بے بہرہ اور قرآن سے دوری اور نیکیوں سے مہجوری ہمارا شعار ہے اور صرف رمضان کے ایام وشہور کے نام پر معرکہ آرائی پر تحریض وترغیب اور نفس امارہ پر ادنیٰ گرفت وکنٹرول نہیں۔عجیب استدلال اور فلسفہ ہے جس نے ہماری بہت سی معصوم جانوں کو خطروں میں ڈال دیا۔اور ملک وملت اور قوم وانسانیت کے لیے اس دین کی نیم اور ناقص سمجھ نے بے شمار مسائل ومشکلات اور آزمائش کھڑی کردی ہے۔حقیقت یہی ہے کہ روزہ جیسی خالص عبادت اور جہاد وقتال لازم وملزوم نہیں ہیں۔جہاد تو اس وقت ناگزیر ہوجاتا ہے جب ظلم وناانصافی اپنی انتہا تک پہنچ گئی ہو، خلق الٰہی کا جینا دوبھر ہوگیا ہو۔عبادت گاہیں محفوظ نہ رہ گئی ہوں، سرحدوں کو خطرہ لاحق ہو، انسانیت امن وشانتی کو ترس گئی ہو تو ایسی صورت میں حکومتوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ شہریوں کی جان ومال، عزت وآبرو اور دینی ومذہبی تشخص کے تحفظ اور امن وشانتی کے قیام کے لیے جہاد وقتال کا اعلان کرے۔ ایسی صورت میں اس کو اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید بھی حاصل ہوگی۔''اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا، وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ''(الحج:۳۹)''جن (مسلمانوں) سے (کافر) جنگ کررہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔بیشک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے'' اور'' وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ، فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ''' (الانفال:۳۹)''اور تم ان سے اس حدتک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہوجائے، پھر اگر یہ باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے''

ورنہ عام حالات میں قتال وجہاد کی بات کرنا دانش مندی کی بات نہیں ہے بلکہ وہ فتنہ ہے۔اس لیے کہا گیا ہے کہ عافیت کی زندگی بسر کرو اور خواہ مخواہ دشمنوں سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو اور نہ ہی دل میں ایسی آرزو پالو۔''**لا تتمنوا لقاء العدو وسلوا الله العافية**''

اور ہر چیز تمہاری خواہشات اور امنگوں کے مرہون منت تو نہیں ہے۔دراصل مسئلہ ان امنگوں اور آرزؤں کو پیدا کرنے کا ہے۔تم صحیح رخ اختیار کرنے کا عزم کرتے جاؤ اور سچی سمت میں چلنا سیکھ جاؤ اور چلتے جاؤ تو اس سے بھی فزوں تر نظارے تمہارے سامنے آتے رہیں گے۔تمہاری امنگیں جاگتی جائیں گی اور تمہاری مرادیں پوری ہوتی چلی جائیں گی۔بلکہ جس کا تمہیں وہم وگمان تک نہ ہوگا۔وہ معجزات وکرامات اور واقعات اور محیر العقول وتعجب انگیز نتائج برآمد ہوتے رہیں گے۔ آج تم بدر کی یاد تازہ کرنا چاہتے ہو اور تمہیں ابھی اس رمضان کی ادنیٰ لذتوں سے آشنائی نہیں ہوئی۔رمضان المبارک کی سعادت ریز گھڑیاں اب تک تمہارے دل ودماغ اور عمل وکردار کا ادنیٰ حصہ بننے سے محروم ہیں۔اور تم بدر وحنین کے نتائج وثمرات کی آرزو لیے جس سمت اور جس طرف نکل رہے ہو وہ کل تک اندیشے تھے آج بھیانک شکل میں تمہارے سامنے، تمہاری ملت کے سامنے اور تمہاری قوم اور ملک وانسانیت کے سامنے موجود ہے اور اس کا کوئی کفارہ اور تلافی مافات کی شکل ممکن نہیں ہے۔تم نے وفاداری، دلداری وفداکاری، قربانی وجاں نثاری اور اطاعت شعاری وفرمانبرداری کو نہیں پہنچانا اور اس کے آخری نتیجے کو جو بہر حال تمہارا کام نہ تھا تم نے کرنے کی ٹھان لی۔یعنی عشق آتش نمرود میں کود گیا مگر عشق کہ وہ ہزار مراحل جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اول یوم سے طے کیے تھے، اس راہ سے آشنائی تک نہ ہوسکی۔آہ! اس طرح سے تو ہمارے یہاں کے دل پھینک قسم کے عاشق ہرجائی بھی اپنی محبت کی رسوائی نہیں کرتے۔آخر تم کو کیا ہوگیا ہے؟ میرے عزیزو! ذرا غور کرو۔تم جس جنس گراں مایہ بدر وحنین کے معرکوں کو منزل بنائے ہوئے ہو، اس کی پہلی منزل مکی زندگی کے وہ تمام احوال وکوائف ہیں جن سے یہ بدری دوچار ہوئے۔ماسوا اللہ یعنی ایمان کامل کے سوا کوئی سروسامان اور زاد راہ نہ تھا۔اندھیری راہ کے ان مسافروں نے ہجرت کی کلفتیں، وطن عزیز واحب کی فرقتیں، اہل وعیال اور مال ومنال کی جدائی وبے وفائی کیسے برداشت کیں، بلکہ ہنسی خوشی اور پورے صبر وثبات کے ساتھ ان تمام منازل سے گذر گئے تب جا کر وہ نہایت بے سروسامانی کے عالم میں بھی فتح وظفر سے ہمکنار ہوئے۔

یہ نکتہ بہر حال سمجھنے کی ضرورت ہے نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں پر ماہ صیام کا

تعارف کرایا ہے وہاں پر قرآن کریم اور صیام کا ذکر ہے۔ جہاد وقتال کا دور دور تک پتہ نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ کا صاف صاف ارشاد ہے۔ ''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ، فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ'' (البقرہ:۱۸۵) ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے''۔

اس لیے بلا وجہ صغریٰ و کبریٰ ملانے کے بجائے صاف صاف طور پر ماہ صیام کے فلسفہ اور پیغام کو خود سمجھنے اور دوسروں کو سمجھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور غزوہ بدر اور دیگر خاص واقعات کو جو کہ اس ماہ مبارک میں پیش آئے اور جن میں عبرت وموعظت کی ہزار داستانیں پوشیدہ ہیں ان کو آڑ بنا کرامت کو فتنے میں مبتلا کرنے کی کوشش کرنا کسی بھی طرح قرین عقل وقیاس نہیں ہے۔ ماہ صیام قرآن کا مہینہ ہے۔ وہ قرآن جو ساری دنیا کے لیے امن وسعادت اور انسانیت کا ضامن ہے۔ ماہ رمضان روزے کا مہینہ ہے جو کہ رحمت وغمگساری کا جذبہ اور تقویٰ وطہارت کی خو پیدا کرتا ہے۔ تزکیہ نفس کی ترغیب دیتا ہے۔ سماج کے دبے کچلے لوگوں اور محروم طبقات کی ضرورتوں کا احساس جگاتا ہے۔ صبر وتحمل اور ایثار وقربانی کا درس دیتا ہے۔ ناجنگ پالیسی اور امن ڈپلومیسی کو فروغ دیتا ہے۔ اور جس دن روزہ کے یہ عظیم مقاصد اور تقویٰ وطہارت اور تزکیہ کے خوگر ہم مسلمان ہوجائیں گے اور ضبط نفس اور صبر وحلم کا ملکہ عظیم ہمیں حاصل ہوجائے گا، ہمارے لیے جہاد بالنفس والمال آسان ہوجائے گا اور فتح ونصرت ہماری قدم بوسی کرے گی۔

آیئے! ہم عہد کریں کہ دنیا وآخرت میں فوز وفلاح اور فتح وظفر کے لیے سب سے پہلے اللہ کی غلامی اور بندگی کو اپنا شعار ودثار بنائیں گے۔ نفس کی غلامی سے مکمل آزادی اور رہائی حاصل کریں گے۔ اور سب سے بڑے موذی اور مہلک دشمن اور مرض نفس کی بُرائی سے بچیں گے، نفس کی برائی سے اللہ کی پناہ طلب کریں گے اور روزے کے شرعی وظاہری معنی حلال روزی، پاک پانی، کھانے پینے سے جہاں مکمل طور سے اپنے آپ کو روکے رکھیں گے اور حلال بیوی سے روزے کی حالت میں خاص طرح کی دوری بنائے رکھیں گے اُسی طرح سے دنیا کے تمام حرام کاموں سے بدرجۂ اولیٰ مکمل طور پر اجتناب کریں گے۔ ادنیٰ شر وفساد، دشنام وسباب، گالی گلوچ اور یاوہ گوئی اور ہفوات وشہوات جسمانی وہوس رانی سے مکمل بیزاری ودوری اختیار کئے رہیں گے۔ مکروہات ومحرمات حتی کہ بہت سارے مباحات کو بھی رمضان کے تقدس اور تقویٰ اور زہد وورع اور تزکیہ وطہارت کے منافی تصور کریں گے۔ عبادات خصوصا صوم وصلوۃ، زیارت بیت اللہ اور مساجد کا لزوم واعتکاف ہمارا شعار ونشانی بن جائے گا اور جود وسخا، تفطیر وتسحیر ہماری عادت ثانیہ بن چکی ہوگی۔ اللہ کے حضور آہ وزاری کے ساتھ ہماری حاضری وشب بیداری اور رکوع وسجود اور قیام وقعود کی شکل میں ہونا ہی ہماری حقیقی غذا اور ارتقا ہوگی اور سب سے بڑی بات یہ کہ مجاہدہ وکسر نفسی کے اس قدر خوگر ہوجائیں گے کہ دنیا کا بڑا سے بڑا معرکہ سر کرنا ہمارے جسم وجان کے لیے سوہان روح بننے کے بجائے راحت جان وجسم بن جائے گا کہ یہی جہاد اکبر ہے اور سب سے بڑے ظالم وجابر دشمن نفس پر قابو وغلبہ پالینے کی ضمانت وعلامت ہے۔ کیونکہ دراصل جو آپ کی امنگیں اور آرزوئیں ہیں ان کو کون فرد بشر اور بندہ ہے جو کسی نہ کسی مرحلے میں نہیں چاہتا اور کون سا دل ہے جو اس شہادت حق کے لیے مچلتا نہ ہو جس کو صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑے والہانہ انداز میں بیان فرمایا ہے اور ہماری روح وجان صرف اور صرف اسی فداکاری وجانثاری کے لیے عطیہ الٰہی ہے اور یہ سب کچھ کرکے بھی حق ادا ہوتا نظر نہیں آتا۔ اور

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

لیکن کبھی غور بھی کیا ہے کہ یہی جذبات، آرزوئیں اور تمنائیں جب عام روش اختیار کر لیتی ہیں تو ہر خواہش اور تمنا وبال اور فتنہ وفساد کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے اور یہ سب جب عمل کا روپ دھار لیں تو پھر ''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ '' ''خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا'' کا سماں پیش کرتے ہیں، خودکشی وخودکش حملوں کے بھیانک مناظر سامنے آتے ہیں۔ اور یہی وہ مرحلہ ہے جس سے بچنے کی تلقین وتاکید کی گئی اور وتمنی علی اللہ الامانی کی شکل میں ممانعت آئی ہے۔ خود جس غزوہ بدر کی ترغیب وتعلیم بیجا طور پر دی جاری ہے وہ بدری صحابہ کے وھم وگمان میں بھی نہ تھا بلکہ اس کے برخلاف قرآن کریم نے ان کی چاہت وپسند کی طرف اشارہ فرمایا۔ کیونکہ وہ معرکہ بدر کے برعکس ساحل سمندر سے گذر رہے نہتے اور بے ساز وسامان قافلے کی آرزو کئے بیٹھے تھے، دیکھو! قرآن کریم نے اس موقف کا کتنا واضح نقشہ کھینچا ہے۔

''وَاِذْ یَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ '' ''اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی۔ اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ آجائے۔'' (الانفال:۷)

حقیقت یہی ہے کہ اگر ہم رمضان کی دیگر بے شمار برکتیں، رب کی قربتیں، قرآن کی صحبتیں اور ہدایتیں حرز جان بنالیں اور اس رنگ میں رنگ جائیں اور اس کے ساتھ جہاد کرنے لگ جائیں تو یہ بدر وحنین کے معارک مبارکہ کی طلب وجستجو کے بعد ہمیں غازی وحجازی اور شہید کا مرتبہ بلند منجانب اللہ نصیب ہوجائے گا۔ اور وہ کچھ ہوگا جو ہمارے وہم وگمان میں نہ ہوگا۔

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ رحمانیؒ

(دوسری وآخری قسط)

رمضان المبارک کے فضائل واحکام

شب قدر: شب قدر وہ مبارک رات ہے جس میں خدا کا کلام نازل ہونا شروع ہوا، عزت وحرمت کی رات ہے جو ہزار مہینہ سے بہتر ہے، امن وسلامتی کی رات ہے جس میں عالم کے لئے امن وسلامتی کا پیغام اترا، وہ برکت والی رات ہے جس میں برکات ربانی، رحمتہائے آسمانی کی ہم پرسب سے پہلے بارش ہوئی۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ (القدر: ۱-۵)

ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے۔ وہ ہزار مہینہ سے بھی بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح الامین جبرئیل اپنے رب کے حکم سے امن اور سلامتی لے کر اترتے ہیں جو طلوع فجر تک قائم رہتی ہے۔

"اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ". (الدخان: ۳-۶)

وَمَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (صحیحین)

جس نے شب قدر میں ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے تراویح اور قیام کیا اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس رات میں رحمت الٰہی کا طلبگار ہو اور رحیم وکریم کے سامنے سرنیاز جھکا دے اور خشوع وخضوع سے یہ دعا پڑھے۔

:اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ. اے اللہ تو بڑا معاف کرنے والا ہے، درگذر کرنے کو پسند کرتا ہے، پس میرے گناہوں سے درگذر فرما۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کیا: اگر میں شب قدر پاؤں تو کیا پڑھوں؟ آپ نے ان کو یہی دعا سکھائی۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

شب قدر رمضان کے آخر عشرہ میں پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ رمضان کے آخر دہے کی راتوں میں خصوصیت اور غایت اہتمام کے ساتھ تسبیح وتقدیس، تکبیر وتہلیل، استغفار وذکر الٰہی، تلاوت قرآن، نفل نمازوں میں مشغول رہے اور طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو کرے کہ اس ایک رات کی عبادت ہزار رات کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

اعتکاف: عبادت الٰہی کی نیت سے مسجد میں اپنے کو مقید کرنا اعتکاف ہے اور یہ سنت موکدہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ (صحیحین)

یعنی آپ ہمیشہ رمضان کے آخر دہے میں اعتکاف کیا کرتے تھے تا آنکہ اللہ نے آپ کو وفات دے دی، آپ کے بعد آپ کی ازواج اعتکاف کرتی رہیں۔

اعتکاف کرنے والا چونکہ قرب الٰہی کی طلب میں اپنے کو خدا کی عبادت کے لئے وقف کر دیتا ہے، اور دنیا کے تمام مشاغل سے دور ہو جاتا ہے، اس لئے ان اشخاص کے مشابہ ہے جن کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ. اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے کرتے ہیں۔ یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ. رات دن پاکی بیان کرتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ (آل عمران: ۱۹۱) اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں اور ذکر خدا میں مشغول رہتے ہیں۔ "اِذَا ذُکِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ. تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ. (السجدہ: ۱۵) رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ (النور: ۳۷) ان کی حالت یہ ہے کہ جب آیات قرآنیہ کے ساتھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور حمد الٰہی کے ساتھ رب کی پاکی بیان کرتے ہیں، ان کے پہلوان کی خوابگاہوں سے دور رہتے ہیں، امید وبیم کی حالت میں اپنے رب سے دعائیں کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں، اللہ کی یاد سے خرید وفروخت ان کو غافل نہیں کرتی۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ اَحْیَا الَّیْلَ وَاَیْقَظَ اَهْلَهٗ وَشَدَّ مِئْزَرَهٗ (صحیحین). وَعَنْهَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَجْتَهِدُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا یَجْتَهِدُ فِیْ غَیْرِهٖ. (مسلم)

ایک دن یا ایک رات یا اس سے زیادہ جتنے دن چاہے اعتکاف کر سکتا ہے مگر رمضان کے پورے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، پس جو شخص پورے عشرہ کا اعتکاف کرنا چاہتا ہو، بیسویں رمضان کو دن کے آخر حصہ میں آفتاب غروب ہونے سے کچھ پہلے مسجد میں پہنچ جائے اور اکیسویں تاریخ کی رات مسجد میں گزارے اور مسجد

کے جس گوشہ میں اس کے لئے اعتکاف کی جگہ متعین کی گئی ہے، صبح کی نماز سے فارغ ہوکراس جائے معینہ کواعتکاف کے لئے اختیار کرلے۔

اعتکاف مرد وعورت اور نابالغ بھی کر سکتے ہیں، مگرعورت کواپنے شوہر کی اجازت حاصل کرنی ضروری ہے، اعتکاف اپنے شہر یا قصبہ کی جامع مسجد میں کرنا چاہیے۔ وھو مختار شیخنا العلامة الاجل الشيخ عبدالرحمن المباركفوري رحمه الله تعالى كما صرح به في شرح الترمذي. عورت بھی مسجد میں اعتکاف کرسکتی ہے۔ (جیسا کہ ازواج مطہرات مسجد نبوی میں معتکف ہوئی تھیں) مگراس کے لئے اس کے شوہر یا ذی محرم کی ضرورت ہے، زمانہ کے خراب اور پرفتن ہونے کی وجہ سے علمائے حنفیہ کے نزدیک عورت کا مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے، ان کے نزدیک اس کواپنے گھر میں یا گھر کی کسی مخصوص جگہ میں اعتکاف کرنا چاہیے۔

کن امور سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا اور وہ جائز ہیں: مسجد گرجانے یا زبردستی مسجد سے نکال دیئے جانے یا جان ومال کے خوف سے مسجد سے باہر نکل جانا بشرطیکہ دوسری مسجد میں فوراً چلا جائے، مسجد میں کسی دوسرے کوضرورت کے وقت خرید وفروخت کی ہدایت کرنا، نکاح کرنا، عمدہ لباس پہننا، سر میں تیل لگانا، خوشبو استعمال کرنا، کوئی دوسرا کھانا لانے والا نہیں ہے اس لئے خود گھر جاکر کھانا لانا، پیشاب، پاخانہ کے لئے قریب سے قریب جگہ جانا، غسل جنابت کے لئے مسجد سے باہر جانا، بعض روایتوں سے جامع مسجد کے علاوہ دوسری ایسی مسجد میں جہاں جماعت کے ساتھ پنجگانہ نماز ہوتی ہو، اعتکاف کرنے کا جواز نکلتا ہے اس لئے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے اس قدر پہلے جاسکتا ہے کہ خطبہ سے پہلے چار رکعت پڑھ سکے اور نماز فرض کے بعد اس قدر ٹھہر سکتا ہے کہ چار یا چھ رکعت سنت پڑھ سکے۔

ممنوعات اعتکاف: ا۔ بیوی سے بوس وکنار اور صحبت کرنا، وَلاَ تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِيْ الْمَسَاجِدِ. مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں بیویوں سے مباشرت وغیرہ نہ کرو۔ ۲۔ جنازہ اٹھانے یا جنازہ کی نماز پڑھنے کے واسطے یا بیمار کی عیادت اور تیمارداری کے لئے مسجد سے نکلنا، ہاں اگر قضائے حاجت کے لئے معتکف مسجد سے باہر گیا اور راستہ میں کوئی بیمار مل گیا تو اسے چلتے چلتے حال پوچھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اَلسُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ اَنْ لاَ يَعُوْدَ مَرِيْضًا وَلاَ يَشْهَدَ جَنَازَةً وَلاَ يَمَسَّ اِمْرَأَةً وَلاَ يُبَاشِرُهَا وَلاَ يَخْرُجُ لِحَاجَةٍ اِلاَّ لِمَا لاَبُدَّ مِنْهُ. (ابوداؤد)

معتکف کے لئے سنت یہ ہے کہ کسی بیمار کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازے میں حاضر ہو اور نہ عورت کو چھوئے اور نہ مباشرت وجماع کرے اور پیشاب پاخانے کی حاجت کے علاوہ کسی اور ضرورت وحاجت سے نہ نکلے۔

صدقہ فطر: ہم پہلے بتاچکے ہیں کہ روزہ دار مجسم نیکی ہوتا ہے، اس کا جسم انسانی ہوتا ہے مگر روح فرشتوں کی زندگی گزارتی ہے، نہ تو وہ غیبت کرتا ہے نہ جہالت کے کام کرتا ہے مگر پھر بھی وہ معصوم نہیں ہے اس سے غلطی اور لغزش ہوسکتی ہے، گناہ اور برائی میں مبتلا ہوسکتا ہے، زبان سے بیہودہ اور لغو باتیں نکل آتی ہیں، ظاہر ہے ایسی حالت میں روزہ عیوب اور نقصانات سے منزہ اور پاک نہیں رہے گا، اسی لئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے ہمارے روزوں کو ان نقصانات سے پاک صاف اور مقبول ہونے کے لئے ایک نہایت سہل صورت بتائی ہے جس کو اصطلاح شرع میں صدقۃ الفطر کہتے ہیں اور جو دیگر فرائض کی طرح ایک فریضہ ہے۔

صَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ مُعَلَّقٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلاَ يُرْفَعُ اِلاَّ بِزَكوٰةِ الْفِطْرِ. (ترغيب و ترهيب) رمضان کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتے ہیں اور جب تک صدقۃ الفطر نہ ادا کیا جائے، مقبول نہیں ہوتے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكوٰةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِّلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفْثِ... الحديث (ابوداؤد، ابن ماجه)

رسول اللہ ﷺ نے صدقۃ الفطر فرض کیا ہے، روزہ دار کے روزے کو لغو اور فحش گوئی سے پاک اور صاف کرنے کے لئے۔

صدقہ فطر کس پر فرض ہے: صدقہ فطر کی فرضیت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے پاس زکوۃ کا نصاب ہو بلکہ جس طرح ایک دولت مند پر فرض ہے، اسی طرح اس غریب پر بھی فرض ہے، جس کے پاس عید کے دن اپنی اور اپنی اہل وعیال کی خوراک سے زائد اس قدر موجود ہو کہ ہر ایک کی طرف سے ایک صاع غلہ دے سکے، بلکہ غرباء کو دوسروں کے دیئے ہوئے غلہ سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہیے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: اَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيُزَكِّيْهِ اللّٰهُ وَاَمَّا فَقِيْرُكُمْ فَيَرُدُّ اللّٰهُ اَكْثَرَ مِمَّا اَعْطٰى (احمد، ابوداؤد) صدقہ فطر کے ذریعہ اللہ غنی کو پاک صاف کرتا ہے اور غریب کو اس کے ساتھ جتنا اس نے دیا اس سے زیادہ واپس لوٹاتا ہے۔

معلوم ہوا صدقہ فطر امیر غریب مستطیع غیر مستطیع سب پر فرض ہے، ونیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكوٰةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعًا مِنْ تَمَرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (صحيحين) آنحضرت ﷺ نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور، یا ایک صاع جو، غلام، آزاد، مرد، عورت، نابالغ، بالغ مسلمان پر فرض کردیا ہے مگر بیوی بچوں غلاموں کا صدقہ فطر مالک اور صاحب خانہ کو دینا ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امر رسول الله ﷺ بصدقة الفطر عن الصغير والكبير والحر والعبد ممن تعولون (دارقطنی) یعنی بالغ، نابالغ، آزاد، غلام کے نفقہ اور خرچ کا جو ذمہ دار ہو اس کو ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

اگر بیوی بچے مکان پر نہ ہوں بلکہ سفر میں ہوں تو ان کا صدقہ فطر بھی ادا کرنا ہوگا ہاں اگر کسی نابالغ لڑکی سے نکاح کیا ہے اور عدم بلوغ کے باعث رخصتی نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے والدین کے یہاں ہے تو اس کا صدقہ فطر اس کے باپ کو ادا کرنا ہوگا،

اوروہ عورت جواپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نافرمانی کر کے ماں باپ کے یہاں چلی گئی ہوتواس کا صدقہ فطراس کے شوہر پر فرض نہیں ہے۔

صدقہ فطرانہی لوگوں پر فرض نہیں ہے جن پر روزے فرض ہیں بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ بالغ ہو یانابالغ مرد ہو یاعورت جیسا کہ صحیحین کی احادیث سے معلوم ہو چکا، آپ نے صدقہ فطر کوطعمۃ للمساکین (مساکین کی خوراک) فرمایا، پس صدقہ فطر جس طرح روزہ دار کی فحش کلامی اور بیہودہ گوئی کو دور کرنے کی حیثیت سے فرض کیا گیا اسی طرح مساکین کی خوراک ہونے کی حیثیت سے بھی فرض کیا گیا ہے، پس جو شخص عید کی صبح کومسلمان ہوجائے یا جو بچہ عید کی صبح کو پیدا ہوجائے اس پر صدقہ فطر فرض ہے۔

صدقہ فطر کب ادا کرنا چاہیے : صدقہ فطر عید کی صبح کو عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا چاہیے، اگر عید کی نماز کے بعد ادا کیا گیا تو صدقہ فطر ادا نہیں ہوگا اور صدقہ فطر کا ثواب نہیں ملے گا بلکہ مطلق صدقہ اور خیرات کے حکم میں ہوجائے گا۔

فَمَنْ اَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَهِيَ زَكٰوةٌ مَقْبُوْلَةٌ وَمَنْ اَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ. (ابوداؤد، ابن ماجه)

جس نے صدقہ فطر قبل نماز عید ادا کیا تو وہ صدقہ فطر مقبول ہوگا اور جس نے بعد نماز ادا کیا تو وہ مطلق خیرات کے حکم میں ہوجائے گا۔

حضرت ابن عمرؓ صحابی فرماتے ہیں: اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ (بخاری) آنحضور ﷺ نے صدقہ فطر عیدگاہ میں جانے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا۔

اگر کسی مقام میں بیت المال اور سرداری کا نظام موجود ہو اور یہ سردار زکوۃ وصدقہ خور سرداروں اور پیروں کی طرح نہ ہو بلکہ وہاں پر بیت المال اور سرداری کا نظام معاشرہ کی اصلاح کے ساتھ زکوۃ، عشر، صدقۃ الفطر وغیرہ کو ان کے مصارف مقررہ میں دیانت داری کے ساتھ تقسیم کرنے کے لئے ہو تو عید سے دو ایک دن پہلے اپنے اپنے صدقۃ الفطر کو بیت المال میں بھیج دینا کہ وہاں جمع ہو کر مستحقین کو تقسیم کیا جائے شرعا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بخاری میں ہے: كان يعطيها للذين يقبلونها وكانوا يعطون قبل الفطر بيوم أو يومين قال البخارى : كانوا يعطون ليجمع لا للفقراء، موطا میں ابن عمرؓ کے متعلق ھے: كان يبعث زكوة الفطر الى الذى يجمع عنده قبل الفطر بيومين او ثلثة. قال شيخنا فى شرح الترمذى اثر ابن عمر انما يدل على جواز اعطاء صدقة الفطر قبل الفطر بيوم او يومين ليجمع لا للفقراء كما قال، واما اعطاؤها قبل الفطر بيوم او يومين للفقراء فلم يقم عليه دليل انتهى. جمع شدہ صدقہ فطر عید کے دن مساکین وفقراء کو تقسیم کردے تاکہ وہ اس دن سوال سے بے نیاز ہوجائیں اور شرعی مصلحت پوری ہوجائے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: كان يامرنا ان نخرجها قبل ان نصلى فاذا انصرف قسمه بينهم (سعيد بن منصور)

صدقہ فطر کس قدر اور کن چیزوں سے دینا چاہیے : صدقہ فطر اس غلہ سے دینا چاہیے جو عام طور پر وہاں کے لوگوں کی خوراک ہو، اگر عام طور پر چاول کھایا جاتا ہے تو چاول دینا چاہیے وقس علی ہذا۔ اور بغیر فرق وامتیاز کے ہر جنس سے ایک صاع حجازی دینا چاہیے (وهو الاحوط عند شيخنا كما صرح به فى شرح الترمذى) لیکن وہ جنس گھٹیا نہیں ہونی چاہیے، صاع حجازی یعنی صاع نبوی کی تول انگریزی سیر سے مختلف غلوں کی مختلف ہوتی ہے، اس لئے تعیین نہیں کی جاسکتی پس جن لوگوں نے مطلقا تین سیر یا چار سیر یا پونے تین سیر یا سوا دو سیر لکھا ہے، صحیح نہیں ہے۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ کھجور، جو، پنیر، منقی سے ایک صاع فی کس صدقہ فطر ادا کیا جائے لیکن گیہوں میں اختلاف ہے کہ ایک صاع دینا چاہیے یا نصف صاع، گیہوں سے صدقہ فطر دینے کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے، كما صرح به الحافظ والشوكانى والزيلعى وغيرهم، ہاں اکثر صحابہ گیہوں سے نصف صاع دیئے جانے کے قائل تھے، اور عبداللہ بن عمرؓ اور ابو سعید خدریؓ تمام اجناس سے ایک صاع دینے کے قائل تھے، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ میں گیہوں تقریبا تھی ہی نہیں اور جب فتوحات اسلامی کا سلسلہ وسیع ہوا اور گیہوں مختلف مقامات سے آنے لگی یا صحابہ کا ایسے مقامات میں گذر رہا جہاں گیہوں ہوتی تھی لیکن اور اجناس کے مقابلہ میں گراں تھی تو صحابہؓ نے گیہوں کو گراں سمجھ کر قیمت کا خیال کر کے نصف صاع کافی سمجھا، اس سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ گیہوں سے نصف صاع کے قائل تھے انہوں نے قیمت کا لحاظ کیا اور حضرت ابن عمرؓ اور ابو سعید خدریؓ نے قیمت کا لحاظ نہیں کیا بلکہ صاع کی مقدار کا لحاظ کر کے بلا فرق وامتیاز ہر جنس سے ایک صاع ضروری سمجھا۔ وبه قال مالك والشافعى واحمد واسحاق وهو الاحوط عند شيخنا. ہندوستان میں گیہوں کھجور سے سستی ہے پس ہر شخص کو گیہوں سے بھی ایک صاع دینا چاہیے ہاں اگر کسی کو ایک صاع دینے پر قدرت نہیں ہے تو نصف صاع دے دے۔

صدقہ فطر میں کیا قیمت یعنی نقد(پیسہ) دینا جائز ھے : آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے صدقۃ الفطر میں قیمت دینا ثابت نہیں۔ اس لئے بغیر عذر کے قیمت نہیں دینی چاہیے، بلکہ عام طور پر کھائے جانے والے غلہ ہی سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہیے، البتہ اگر حسب ضرورت غلہ نہ مل سکے تو بازار کے عام نرخ کے مطابق فطرہ میں قیمت نکالی جاسکتی ہے، صاحب حدائق الازہار کے قول: وانما تجزئ القيمة للعذر کی شرح میں علامہ شوکانی لکھتے ہیں: اقول هذا صحيح لان ظاهر الاحاديث الواردة لتعيين قدر الفطرة من الاطعمة أن اخراج ذلك مما سماه النبى ﷺ متعين، واذا عرض مانع من اخراج العين كانت القيمة مجزئة لان ذلك هو الذى يمكن

من عليه الفطرة ولا يجب عليه ما لا يدخل امكانه. (السيل الجرارح ۲/۸۲ طبع القاهرة)

عیدالفطر: عیدالفطر کی رات شرف اور بزرگی کی رات ہے، اس بارے میں کئی صحابہ سے روایتیں آئی ہیں جن کو حافظ عبدالعظیم منذری نے اپنی ترغیب میں ذکر کیا ہے، عیدالفطر کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، یہاں تک کہ اگر کسی نے عید کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تو وہ منعقد نہیں ہوگی۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ نَهَی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ. (صحيحين)

عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعًا مَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِيْهِ. (بخاری) عن عمران بن حصين مرفوعا لا وفاء لنذر في معصية. (مسلم)

زوال شمس کے بعد عید کا چاند دیکھنے کی شہادت: اگر مطلع ابرآلود ہونے کی وجہ سے چاند نہیں دیکھا گیا اور نہ کسی جگہ سے وقت پر شہادت پہنچی اور دن میں روزہ رکھ لیا تو زوال سے پہلے اگر معتبر شہادت مل جائے تو روزہ افطار کردینا چاہیے اور اسی دن عید کی نماز پڑھ لینی چاہیے اور اگر آفتاب ڈھلنے کے بعد چاند دیکھنے کی شہادت پہنچے تو روزہ اسی وقت افطار کردیا جائے لیکن عید کی نماز اس دن نہ پڑھی جائے، ابوعمیر انصاری اپنے کئی صحابی چچاؤں سے روایت کرتے ہیں۔

اُهِلَّ عَلَيْنَا هِلَالُ شَوَّالٍ فَاَصْبَحْنَا صِيَامًا فَجَاءَ رَكْبٌ مِنْ آخِرِ النَّهَارِ فَشَهِدُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ بِالْاَمْسِ فَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ يُّفْطِرُوْا مِنْ يَوْمِهِمْ وَاَنْ يَّخْرُجُوْا لِعِيْدِهِمْ مِنَ الْغَدِ، (ابوداود، نسائی وغیرہ)

ابر کی وجہ سے شوال کا چاند نظر نہیں آیا اس لئے ہم نے روزہ کی حالت میں صبح کی آخر دن میں چند سوار آئے اور آنحضور ﷺ کے سامنے شہادت دی کہ ہم نے چاند شام کو دیکھ لیا تھا، آپ نے لوگوں کو افطار کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ کل عید کی نماز کے لئے عیدگاہ میں چلنا ہوگا۔

عیدالفطر کے دن یہ امور مسنون ہیں: (۱) غسل کرنا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عیدگاہ میں جانے سے پہلے غسل کرلیا کرتے تھے، (موطا مالک) ابن ماجہ، عبداللہ بن احمد، بزار نے ابورافعؓ، ابن عباسؓ وغیرہ سے آنحضرت ﷺ کے عید کے دن غسل کرنے کی حدیثیں روایت کی ہیں۔ لکنھا کلھا ضعيف كما صرح به الحافظ في الدراية.

(۲) عمدہ سے عمدہ کپڑے پہننا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عیدین میں بہترین کپڑے پہنتے تھے۔ (فتح الباری بحوالہ بیہقی وابن ابی الدنیا)

(۳) بہترین خوشبو استعمال کرنا: قال الامير اليماني في سبل السلام يندب لبس احسن الثياب والتطيب باجود الاطياب في يوم العيد لما اخرجه الحاكم من حديث الحسن السبط قال: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْعِيْدَيْنِ اَنْ نَلْبَسَ اَجْوَدَ مَا نَجِدُ وَاَنْ نَتَطَيَّبَ بِاَجْوَدَ مَا نَجِدُ.

(٤) بلند آواز سے عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیر پکارنا۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اِنَّهُ كَانَ اِذَا غَدَی يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْاَضْحٰی يَجْهَرُ بِالتَّكْبِيْرِ حَتّٰى يَاْتِيَ الْمُصَلّٰى ثُمَّ يُكَبِّرُ حَتّٰى يَاْتِيَ الْاِمَامُ (دارقطني، بيهقي) حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیر پکارتے تھے (دارقطنی) ایک حدیث میں ہے عیدین کو تکبیر کے ذریعہ زینت دو۔ (طبرانی باسناد ضعیف) ولتكبروا الله على ما هداكم تاکہ اللہ کی بڑائی بیان کرو اس کی ہدایت پر۔ اس آیت سے علماء نے تکبیر مذکور پر استدلال کیا ہے، تکبیر کے الفاظ یہ ہیں: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

(۵) عیدگاہ میں پیدل جانا ۔عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ تَخْرُجُ اِلَى الْعِيْدِ مَاشِيًا وَاَنْ تَاْكُلَ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ اخرجه الترمذي وفي الباب احاديث اخرى ضعيفة لكنها يعتضد بعضها ببعض.

(٦) ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا ۔كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ فِي طَرِيْقٍ رَجَعَ فِيْ غَيْرِهِ. (ترمذي، احمد، ابن حبان وغيرهم) وفي الباب احاديث اخرى ذكرها الشوكاني في النيل. راستہ بدلنے کی بیس سے زیادہ حکمتیں بیان کی گئی ہیں، ظاہری حکمت اسلام کی قوت اور شوکت کا اظہار ہے۔

(۷) طاق کھجوریں یا چھوہارے کھاکر عیدگاہ جانا، اگر یہ نہ ہو تو کوئی میٹھی چیز کھالے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَاْكُلَ تَمَرَاتٍ وَيَاْكُلُهُنَّ وِتْرًا. (بخاری) یعنی آنحضرت ﷺ عیدالفطر کی صبح کو بغیر طاق کھجوریں کھائے ہوئے عیدگاہ تشریف نہیں لے جاتے تھے۔

عورتوں کا عیدین کی نماز کے لئے عیدگاہ جانا: عورتوں کا عیدگاہ میں عید کی نماز کے لئے جانا سنت ہے۔ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، جوان ہوں یا ادھیڑ یا بوڑھی۔

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُخْرِجُ الْاَبْكَارَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضُ فِي الْعِيْدَيْنِ فَاَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلّٰى وَيَشْهَدْنَ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَتْ اِحْدَاهُنَّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ فَلْتَعِرْهَا اُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا. (صحيحين وغيره)

آنحضرت ﷺ عیدین میں دوشیزہ جوان کنواری حیض والی عورتوں کو عیدگاہ جانے کا حکم دیتے تھے، حیض والی عورتیں جائے نماز سے الگ رہتیں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک رہتیں، ایک عورت نے عرض کیا: اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: اس کی مسلمان بہن اپنی چادر میں لے جائے۔

جو لوگ کراہت کے قائل ہیں یا جوان اور بوڑھی کے درمیان فرق کرتے ہیں درحقیقت وہ صحیح صریح حدیث کو اپنی فاسد اور باطل رایوں سے رد کرتے ہیں۔

حافظ نے فتح الباری میں اورابن حزم نے اپنی محلی میں بالتفصیل مخالفین کے جوابات ذکر کئے ہیں، ہاں عورتوں کوعیدگاہ میں سخت پردہ کے ساتھ بغیر کسی قسم کی خوشبو لگائے اور بغیر بجنے والے زیوروں اور زینت کے لباس کے جانا چاہیے تاکہ فتنہ کا باعث نہ بنیں۔

عید کی نماز صحرا یعنی کھلے ہوئے میدان میں پڑھنی چاہیے۔ عید کی نماز قصبہ یا شہر یا گاؤں سے باہر صحرا یعنی کھلے ہوئے میدان میں ادا کرنی سنت ہے اور بغیر عذر کے مسجد میں یا چہار دیواری گھیر کر مسجد کی صورت بنا کر احاطہ میں ادا کرنا خلاف سنت ہے۔

آنحضورﷺ کا مصلی (عیدگاہ) صحرا میں تھا جس کو جبانہ کہتے ہیں۔ آپ نے صرف ایک دفعہ بارش کے عذر کی وجہ سے مسجد نبوی میں عید کی نماز پڑھی تھی اور مسجد نبوی کے اشرف مواضع اور افضل بقاع ہونے بلکہ اس کے بعض حصہ کے روضۃ من ریاض الجنۃ ہونے کے باوجود بغیر عذر کبھی اس میں نماز عید نہیں ادا فرمائی۔

عید کی نماز: عید کی نماز سنت موکدہ ہے، آپ نے کبھی اس نماز کو ترک نہیں فرمایا، جب آفتاب طلوع ہو کر روشنی پھیل جائے تو عید کی نماز کا اول وقت ہو گیا یعنی اشراق کا وقت عید کی نماز کا اول وقت ہے، اور قبل زوال شمس تک اس کا وقت باقی رہتا ہے۔

نماز عید کے لئے اذان ہے نہ اقامت۔ عن جابر بن سمرۃ قال صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ العِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلاَ مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَان وَلاَ اِقَامَةٍ (مسلم) نماز سے پہلے یا بعد میں عیدگاہ میں سنت یا نفل پڑھنے کا ثبوت نہیں ہے اسی طرح نماز سے پہلے خطبہ اور وعظ کا بھی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی عیدگاہ میں منبر لے جانے کا ثبوت ہے، نماز سے پہلے خطبہ اور وعظ کہنا اور عیدگاہ میں منبر لے جانا بدعت ہے۔ اور نماز عیدین سے پہلے اور بعد میں کوئی سنت نماز نہیں ہے، نہ عیدگاہ میں نہ گھر پر۔

عید کی نماز کا طریقہ: دل میں نیت کر کے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہے پھر ہاتھوں کو سینے پر باندھ لے پھر سات مرتبہ اللہ اکبر کہے، پھر سبحانك اللهم یا اللهم باعد بینی پوری پڑھے، پھر سورہ فاتحہ پڑھے اور امام اس کے بعد سورہ اعلی یا سورہ قاف پڑھے پھر اللہ اکبر پکار کر رکوع میں جائے اور حسب دستور رکوع اور سجدوں سے فارغ ہو کر تکبیر پکارتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے، پھر پانچ مرتبہ اللہ اکبر کہے پھر سورہ فاتحہ پڑھے اور امام اس کے بعد سورہ غاشیہ یا سورہ قمر پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور حسب دستور رکوع سجدہ اور قعدہ کر کے سلام پھیر دے۔

معلوم ہوا کہ عید کی نماز دو رکعت ہے اور اس کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ قرأت فاتحہ سے پہلے سات تکبیریں کہی جائیں گی اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام کے علاوہ قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں گی، هذا هو الحق كما بينه شيخنا فی شرح الترمذی وفی رسالته القول السديد.

اور تکبیر زوائد کے ساتھ رفع الیدین کا ثبوت کسی مرفوع صحیح حدیث سے نہیں ہے۔ ہاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تکبیر زوائد کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے پس اگر کوئی ان کی اتباع میں رفع الیدین کرے تو کر سکتا ہے۔

عید کا خطبہ: عید کی نماز کے بعد خطبہ اور وعظ کہنا سنت ہے، امام کو چاہیے کہ مردوں کو خطبہ سنانے کے بعد عورتوں کے مجمع کے پاس پردہ سے باہر کھڑا ہو کر ان کو بھی وعظ و نصیحت کرے اور صدقہ و خیرات پر برانگیختہ کرے، اگر اسے یہ محسوس ہو کہ اس کی آواز عورتوں تک نہیں پہنچی ہے۔

بعض ائمہ کے نزدیک عید کا خطبہ سننا ضروری ہے، سنت کے مطابق خطبہ سن کر واپس ہونا چاہیے، امام کو چاہیے کہ سامعین کی زبان میں صدقہ و خیرات، اتفاق و اتحاد و اخلاص وغیرہ پر برانگیختہ کرنے کے علاوہ اہم اور ضروری وقتی مسائل اور ضروریات پر خطبہ سنائے۔

عیدین کے لئے جمعہ کی طرح دو خطبہ دینا کسی معتبر مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ دو خطبوں کے ثبوت میں تین روایتیں ذکر کی جاتی ہیں، ایک حضرت جابرؓ کی جو ابن ماجہ میں مروی ہے، دوسری حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی جو مسند بزار میں مروی ہے، تیسری حضرت ابن مسعودؓ کی جسے امام نووی نے اس طرح ذکر کیا ہے۔ وروی عن ابن مسعود انه قال من السنه ان يخطب فی العيدين خطبتين فيفصل بينهما بجلوس، لیکن یہ تینوں روایتیں غیر ثابت ہیں، اس لئے امام نووی لکھتے ہیں: لم يثبت فی تكرير الخطبة شئی ولكن المعتمد فيه القياس علی الجمعة، انتهی (تفصیل مرعاۃ ج۲ ص۳۳ میں ملاحظہ کی جائے)

شش عیدی روزے: رمضان کے روزے پورے کرنے کے بعد عید کے متصل ہی یا دو چار روز کے بعد شوال ہی کے مہینے میں پے در پے یا ناغہ کر کے چھ روزے رکھنے سے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔

عن ابی ایوب عن رسول الله ﷺ قال: من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال فذلك صيام الدهر (مسلم وغیرہ)

سال بھر کے روزوں کا ثواب ملنے کی وجہ یہ ہے کہ قانون الٰہی من جاء بالحسنة فله عشر امثالها کے مطابق ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کے برابر ملتا ہے تو رمضان کے تیس روزوں کا ثواب تین سو دن کا ثواب ہوگا، گویا تیس روزے قائم مقام دس مہینے کے روزوں کے ہوئے اور تیس روزے رکھنے سے دس مہینے کے روزوں کا ثواب ملا، اب اسی قانون الٰہی کے مطابق شش عیدی روزے ساٹھ روزوں کے قائم مقام ہوئے اور چھ روزوں سے دو مہینے کے روزوں کا ثواب ملا، معلوم ہوا کہ رمضان اور شش عیدی روزوں سے سال بھر کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے۔

پس مسلمانو! اس اجر عظیم کو حاصل کرنے کے لئے رمضان کے بعد یہ چھ روزے رکھنے کی پوری کوشش اور سعی کرو۔ اگر چہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک شش عیدی روزے مکروہ ہیں مگر عام متاخرین حنفیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہیں اور ان روزوں کے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (عالمگیری)

☆☆☆

فریضۂ زکوۃ اور اس کی ضرورت

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

مصائب عظیمه کی مصیبت کبریٰ: حکمِ زکوٰۃ ایک اعظم ترین فرائض مسلمین اور اہم ترین احکامِ شریعت حقہ اسلامیہ میں سے ہے اور اس کی فرضیت مثل فرضیت حج وصلوٰۃ وصیام، نصوص قطعیہ شریعت اور تعامل غیر منقطع اہلِ اسلام سے ثابت ہے اور منجملہ ہمارے موجودہ مصائب عظیمہ کے ایک مصیبت کبریٰ یہ ہے کہ اس فرض کی طرف سے غفلت وتساہل بالعموم طاری وساری، اور اس کے جمع وصرف کے لیے انتظام واہتمام کے وسائل مفقود۔ ہم نے گھر کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں اور دنیا کے دور دراز گوشوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔

یورپ اور اس کی مصائب: آج (۱) یورپ میں مختلف مدارج وطبقات کے تصادم اور فقراء وعمال (۲) کے افلاس ومصائب اور دولت کی عدم تقسیم ومرکزیت (۳) کی وجہ سے موجودہ ہیئت اجتاعیہ اور معیشت مدنیہ کی بنیادیں ہل رہی ہیں۔ اشتراکیہ (سوشلزم) کی اسی لیے پیدائش ہوئی اور فوضویہ (نہلزم) کے مہیب وجود کی تولید اسی کا نتیجہ ہے!

کل کی بات ہے کہ انگلستان میں مسٹر لائڈ جارج نے امراء واشراف کے ٹیکس کا مسئلہ اٹھایا تھا اور برطانیہ کے مزدوروں کی اصلاح حالت اور تقویتِ مالی کے مقصد نے ایک سخت ہنگامہ مچا دیا تھا۔ یہ سب قوم کے مفلس حصے کی ضروریات کے پورا نہ ہونے ہی کا نتیجہ ہے۔ جرمنی اور بعض حصص امریکہ میں غرباء ومحتاجین کے لیے حکومت اور قوم کے مشترک فنڈ قائم کیے گئے ہیں۔ کوآپریٹیو سوسائٹیاں اور زرعی اور دیہاتی بنکیں جو آج قائم کی جارہی ہیں، یہ بھی دراصل اسی ضرورت کا علاج ہے کہ قوم کے محتاج اور بے مایہ حصے کی اعانت کی جائے۔

اسلام اور مفاسد اجتماعیه کا علاج: لیکن اسلام نے اپنے ظہور کے ساتھ ہی ان مفاسد اجتماعیہ ومدنیہ کا علاج کروایا تھا۔ فریضہ زکوٰۃ کی بہت بڑی مصلحت یہی تھی کہ اس کے ذریعہ قوم کے مفلس ومحتاج حصے کی ضروریات کا انتظام کیا جائے۔ نیز صدہا ملی احتیاجات مالیہ کے لیے ایک دائمی خزینہ (فنڈ) مہیا ہو جائے۔

حرمت سود کی وجه: اسلام نے ایک طرف تو سود حرام کیا، جو غریبوں اور محتاجوں کی زندگی کے لیے مہلک وسم قاتل تھا اور جس کے ذریعہ دولت مندوں کو ان پر ایک جابرانہ وظالمانہ تسلط کا موقع مل جاتا تھا۔ دوسری طرف اس کے بدلے زکوٰۃ کو فرض کر دیا، تاکہ جن احتیاجات کی وجہ سے غریب ومحتاج طبقہ سود دینے پر مجبور ہو جاتا ہے، وہ پیش ہی نہ آئیں۔

تشکیل وتنظیم فریضه زکوٰۃ: فی الحقیقت موجودہ زمانے کے وقت کے کاموں میں سے ایک اہم اور ضروری کام فریضۂ زکوٰۃ کی تعمیل اور اس کے جمع وخرچ کے انتظامات کی باقاعدہ تشکیل بھی ہے اور اس عاجز کے بعض پیشِ نظر کاموں میں اس کی تحریک بھی داخل ہے۔ وکل امر مرھون باوقاتھا

مصائب کی اصلی وجه: دراصل یہ تمام مصیبتیں اس لیے ہیں کہ ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کے سلسلہ ''حقہ'' کا عملاً سدباب ہو گیا ہے۔ علماء اپنے قدرتی فرائض کو بھلا چکے ہیں اور دارالشفا کے طبیب خود ہی بیمار اور محتاج اطباء ہیں۔ ایسی حالت میں کس کس بات پر روئیے اور کس کس کا ماتم کیجئے۔

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم؟

زکوٰۃ اور قرآن الحکیم

مستحقین زکوٰۃ: ارشاد ہوتا ہے: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَفِى الرِّقَابِ وَالۡغٰرِمِيۡنَ وَفِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ'' حَكِيۡمٌ'' (سورہ التوبہ: ۶۰) صدقہ کا مال (یعنی مال زکوۃ) تو اور کسی کے لیے بھی نہیں ہے: صرف (۱) فقیروں کے لیے ہے، اور (۲) مسکینوں کے لیے ہے اور (۳) ان کے لیے جو اس کی وصولی کے کام پر مقرر کیے جائیں اور (۴) وہ کہ ان کے دلوں میں (کلمہ حق کی) الفت پیدا کرنی ہے، اور (۵) وہ کہ ان کی گردنیں (غلامی کی زنجیروں میں) جکڑی ہیں (اور انہیں آزاد کرانا ہے)، نیز (۶) قرض داروں کے لیے (جو قرض کے بوجھ سے دب گئے ہوں اور ادا کرنے کی طاقت نہ رکھیں) اور (۷) اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد کے لیے اور ان تمام کاموں کے لیے مثل جہاد کے، اعلائے کلمہ حق کے لیے ہوں) اور (۸) مسافروں کے لیے (جو اپنے گھر نہ پہنچ سکتے ہوں اور مفلسی کی حالت میں پڑ گئے ہوں) یہ اللہ تعالیٰ کی ٹھہرائی ہوئی بات ہے اور اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اپنے تمام حکموں میں) حکمت رکھنے والا ہے۔ (یہ) آیت مصارف زکوٰۃ کے باب میں اصل ہے اور ضروری ہے کہ بعض مہمات واضح ہو جائیں۔

احتیاج اور اس کی حدود: ''فقیر'' اور ''مسکین'' دونوں سے مقصود ایسے لوگ ہیں جو محتاج ہوں۔ لیکن ''فقر'' عام ہے اور ''مسکنت'' کی حالت خاص ہے۔ ''فقیر'' اسے کہیں گے جس کے پاس ضروریات زندگی کے لیے کچھ بھی نہیں۔ لیکن ''مسکین'' وہ ہے جس کی احتیاج ابھی اس آخری درجہ تک تو نہیں پہنچی، مگر پہنچ جائے گی۔ اگر خبر گیری نہ کی جائے۔ مثلاً سوسائٹی کے ایسے افراد جو مختلف اسباب سے مفلس ہو گئے ہیں، یا وسائل معیشت کا اہتمام نہیں کر سکتے۔ ان کے جسم پر اجلے کپڑے ابھی باقی ہیں، گھر میں تھوڑا بہت سامان بھی نکل آئے، ممکن ہے دو چار روپے بھی جیب میں موجود ہوں اگر انہیں آج کھانا نہ ملے، تو بھوکے نہیں رہیں گے۔ کل نہ ملے تو برتن بیچ لیں گے، پرسوں نہ ملے تو کپڑے فروخت کر ڈالیں گے۔ لیکن پھر اس کے بعد، تو کوئی وسیلہ معاش سامنے نہیں دیکھتے۔

''فقیر'' اور ''مسکین'' میں اس لحاظ سے بھی فرق ہے کہ ''فقیر'' کوسوال کرنے میں عار نہیں ہوتا، لیکن ''مسکین'' کو اس کی خودداری اور عفت نفس، طلب والحاح کی اجازت نہیں دیتی۔ صحیحین کی ایک حدیث میں خود آنحضرت ﷺ نے ''مسکین'' کی یہ تعریف کی ہے کہ الذی لا یجد غنی یغنیه ولا یفطن فیتصدق علیه ولا یقوم فیسال الناس (۱) جسے ایسے وسائل میسر نہیں کہ تونگر کر دیں (۲) جس کا فقر ظاہر نہیں کہ لوگ خیرات دیں (۳) جو خود سوال کے لیے کھڑا نہیں ہوتا کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔

اور پھر اسی حدیث میں سورہ بقرہ کی (اس) آیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ:

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (سورہ بقرہ:۲۷۳)

(۱) ان کی خودداری کا یہ حال ہے کہ ناواقف خیال کرے، یہ تو تونگر ہیں۔

(۲) تم انہیں ان کے چہروں سے پہچان لے سکتے ہو (۳) مگر وہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کبھی سوال نہیں کرتے۔

وسعت حلقۂ مساکین: بلاشبہ ایسے علماء دین جو سورہ بقرہ کی آیت متذکرۂ صدر کے مصداق ہوں کہ:

اَلَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ (البقرۃ:۲۷۳) یعنی دین کی تعلیم وخدمت کے لیے وقف ہو گئے ہوں اور فکر معیشت کے لیے وقت نہ نکال سکیں۔

''مساکین'' میں داخل ہیں، بشرطیکہ انہوں نے تعلیم دین کو حصولِ زر کا پیشہ نہ بنالیا ہو، مایحتاج سے زیادہ نہ لیتے ہوں اور کسی حال میں خود وسائل وساعی نہ ہوتے ہوں۔ نیز وہ تمام افراد جو ان کی طرح خدمت دین وامت کے لیے وقف ہو جائیں اور معیشت کا کوئی سامان نہ رکھتے ہوں۔

یقینی مساکین: قوم کے ایسے افراد جن پر وسائل معیشت کی تنگی کی وجہ سے معیشت کے دروازے بند ہو رہے ہیں اور اگرچہ وہ خود پوری طرح ساعی ہیں، لیکن نہ تو نوکری ہی ملتی ہے، نہ کوئی اور راہ معیشت نکلتی ہے، یقیناً ''مساکین'' میں داخل ہیں اور اس مد کے اولین مستحق ہیں، لیکن اس کا انتظام اس طرح ہونا چاہیے کہ ان کی خبر گیری بھی ہو جائے اور ساتھ ہی ان میں بیکاری کی عادت اور اپاہج پنا بھی پیدا نہ ہو۔ یہ بات نہ صرف ان کی اعانت میں، بلکہ تمام مستحقین کی اعانت میں ملحوظ رہنی چاہیے۔

حکمی مساکین: ایسے افراد جو خوش حال تھے لیکن کاروبار کی خرابی کی وجہ سے یا کسی اور ناگہانی مصیبت کی وجہ سے مفلس ہو گئے ہیں، اگرچہ اپنی پچھلی حیثیت کی بناء پر معزز سمجھے جاتے ہوں، حکماً ''مساکین'' میں داخل ہیں اور ضروری ہے کہ اس مد سے ان کی بھی خبر گیری کی جائے۔

تصریحات کتاب وسنت: (سوال پیدا ہوتا ہے کہ) ان مصارف کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ: زکوٰۃ کی ہر رقم ان سب میں وجوباً تقسیم کی جائے، یا یہ ہے کہ خرچ انہی میں کی جاسکتی ہے؟ (لیکن) جس مصرف میں خرچ کرنا ضروری ہو، اسی میں خرچ کی جائے؟ تو اس بارے میں فقہاء نے اختلاف کیا۔ لیکن جمہور کا مذہب یہی ہے کہ: تمام مصارف میں بیک وقت تقسیم کرنا ضروری نہیں۔ جس وقت جیسی حالت اور جیسی ضرورت ہو، اسی کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور یہی مذہب قرآن وسنت کی تصریحات اور روح کے مطابق ہے۔ ائمہ اربعہ میں صرف امام شافعیؒ اس کے خلاف گئے ہیں۔

مصارف کی قدرتی ترتیب: یہ آٹھ مصارف جس ترتیب سے بیان کئے ہیں، اگر غور کرو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ معاملہ کی قدرتی ترتیب یہی ہے: سب سے پہلے ان دو گروہوں کا ذکر کیا جو استحقاق میں سب سے زیادہ مقدم ہیں، کیونکہ زکوٰۃ کا اولین مقصود انہی کی اعانت ہے یعنی ''فقراء'' اور ''مساکین''

پھر اس گروہ کا ذکر کیا جس کی موجودگی کے بغیر زکوٰۃ کا نظام قائم نہیں رہ سکتا اور اس اعتبار سے اس کا تقدم ظاہر ہے۔ لیکن چونکہ اس کا استحقاق بالذات نہیں تھا، اس لیے اولین جگہ نہیں دی جاسکتی تھی، پس دوسری جگہ پائی یعنی العاملین علیها

پھر المؤلفة قلوبهم کا درجہ ہوا کہ ان کا دل ہاتھ میں لینا ایمان کی تقویت اور حق کی اشاعت کے لیے ضروری تھا۔

پھر غلاموں کو آزاد کرانے اور قرضداروں کو بارِ قرض سے سبکدوش کرانے کے مقاصد نمایاں ہوئے، جو نسبۃً موقت اور محدود تھے۔

پھر فی سبیل اللہ کا مقصد رکھا گیا کہ اگر مستحقین کی پچھلی جماعتیں کسی وقت مفقود ہو گئی ہوں، یا مقتضیات وقت نے ان کی اہمیت کم کر دی ہو، یا مال زکوٰۃ کی مقدار بہت زیادہ ہو گئی ہو، تو ایک جامع وحاوی مقصد کا دروازہ کھول دیا جائے، جس میں دین وامت کے مصالح کی ساری باتیں آجائیں۔ سب سے آخر میں ''ابن السبیل'' کی جگہ ہوئی، کیونکہ تقدم میں یہ سب سے کم اور مقدار کے لحاظ سے بہت ہی محدود صورت میں پیش آنے والا مصرف تھا۔

فی سبیل اللہ کا مفهوم: قرآن کی اصطلاح میں وہ تمام کام جو براہ راست دین وملت کی حفاظت وتقویت کے لیے ہوں، سبیل اللہ کے کام ہیں۔ اور چونکہ حفظ وصیانت امت کا سب سے زیادہ ضروری کام دفاع ہے۔ اس لیے زیادہ تر اطلاق اسی پر ہوا۔ پس اگر دفاع درپیش ہے اور امام وقت اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ مدِ زکوٰۃ سے مدد لی جائے تو اس میں خرچ کیا جائے گا۔ ورنہ دین وامت کے عام مصالح میں مثلاً قرآن اور علوم دینیہ کی ترویج واشاعت میں، مدارس کے اجراو قیام میں، دعاۃ ومبلغین کے قیام وترسیل میں، ہدایت وارشاد امت کے تمام مفید وسائل میں (۴)

اسلامی زندگی کی اولین شناخت: دنیا میں کوئی دین نہیں، جس نے محتاجوں کی اعانت اور ابناء جنس کی خدمت کی تلقین نہ کی ہو اور اسے عبادت یا عبادت کا لازمی جزء نہ قرار دے دیا ہو۔ لیکن یہ خصوصیت صرف اسلام کی ہے کہ وہ صرف اتنے ہی پر قانع نہیں ہوا، بلکہ ہر مستطیع مسلمان پر ایک خاص ٹیکس مقرر کر دیا جو اسے اپنی تمام آمدنی کا حساب کر کے سال بہ سال ادا کرنا چاہیے اور پھر اسے اس درجہ اہمیت دی کہ اعمال میں نماز کے بعد اسی کا درجہ ہوا اور قرآن نے ہر جگہ دونوں

عملوں کا ایک ساتھ ذکر کر کے یہ بات واضح کردی کہ کسی جماعت کی اسلامی زندگی کی سب سے پہلی شناخت یہی دو عمل ہیں: نماز اور زکوٰۃ۔

عدم تعمیل کی سزا: اگر کوئی جماعت بہ حیثیت جماعت کے انہیں یک قلم ترک کردے گی تو اس کا شمار مسلمانوں میں نہ ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے کہا:

واللہ لا قاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ (متفق علیه) خدا کی قسم، میں ہر اس شخص سے جہاد کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا۔

غرض وغایت زکوٰۃ: پھر اس باب میں اس کی ایک دوسری خصوصیت بھی ہے یعنی وہ علت جو نہ صرف زکوٰۃ کے لیے بلکہ تمام صدقات وخیرات کے لیے قرار دی گئی اور جس کی وجہ سے اس معاملہ نے بالکل ایک دوسری ہی نوعیت اختیار کر لی۔

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (۷:۵۹) تاکہ ایسا نہ ہو، مال و دولت صرف دولت مندوں کے گروہ ہی میں محصور ہو کر رہ جائے۔

یعنی زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ دولت سب میں پھیلے، سب میں بٹے، کسی ایک گروہ ہی کی ٹھیکہ داری نہ ہو جائے اور اسی سورۃ کی آیت ۳۴ میں گذر چکا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (التوبة:۳٤) جو لوگ چاندی سونا خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کے لیے اگر کوئی بشارت ہو سکتی ہے تو یہی کہ عذاب دردناک کی بشارت دے دو۔

اور حدیث بعثت معاذ الی الیمن میں زکوٰۃ کا مقصد یہ فرمایا ہے کہ:

تؤخذ من اغنیائهم فترد فی فقراء هم (رواه الجماعة) ان کے دولت مندوں سے وصول کی جائے اور پھر ان کے محتاج افراد میں لوٹائی جائے۔

قرآن اور احتکار واکتناز دولت

روح قرآن اور تقسیم ترکہ: ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ قرآن کی روح، دولت کے احتکار واختصاص کے خلاف ہے، یعنی وہ نہیں چاہتا کہ دولت کسی ایک گروہ کی ٹھیکیداری میں آجائے، یا سوسائٹی میں کوئی ایسا طبقہ پیدا ہو جائے جو دولت کو خزانہ بنا بنا کر جمع کرے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ دولت ہمیشہ سیر وگردش میں رہے اور زیادہ سے زیادہ تمام افراد قوم میں پھیلے اور منقسم ہو۔

یہی وجہ ہے کہ اس نے ورثاء کے لیے تقسیم واسہام کا قانون نافذ کردیا۔ اور اقوام عالم کے عام قوانین کی طرح یہ نہیں کیا کہ خاندان کے ایک ہی فرد کے قبضہ میں رہے۔ جونہی ایک شخص کی آنکھیں بند ہوئیں، اس کی دولت جو اس وقت تک تنہا ایک جگہ میں تھی، اب وارثوں میں بٹ کر کئی جگہوں میں پھیل جائے گی اور پھر ان میں سے ہر وارث کے وارث ہوں گے اور اسے بانٹتے اور پھیلاتے رہیں گے۔

تحریم سود کی حکمت: اور پھر یہی وجہ ہے کہ اس نے سود کا لین دین حرام کردیا اور قاعدہ یہ ٹھہرایا کہ: يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (البقرة: ۲۷٦) اللہ سود کا جذبہ گھٹانا چاہتا ہے خیرات کا جذبہ بڑھانا چاہتا ہے۔

یعنی یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ جس قوم میں سود کا جذبہ ابھرے گا، اس کے غالب افراد شقاوت ومحرومی میں مبتلا رہیں گے۔ جس قوم میں خیرات کا جذبہ ابھرے گا، اس کا کوئی فرد محتاج ومفلس نہیں رہے گا۔

اور اسی لیے اس نے سود کے معاملہ کو اتنی اہمیت دی کہ فرمایا: جو لوگ اس پر مصر رہیں گے، وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ کریں گے:

فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (البقرة:۲۷۹) (ممانعت کے بعد بھی سود کے پیچھے پڑے رہے) تو پھر اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ اس معاملہ پر جماعت کی بنیادی فلاح موقوف تھی، اور ضروری تھا کہ اسے ایمان وانقیاد کا معیار قرار دیا جاتا۔

انفاق فی سبیل اللہ کی حکمت: اور یہی وجہ ہے کہ سورہ بقرہ میں انفاق کا حکم دینے کے بعد متصلاً فرمایا: يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (البقرة:۲٦۹) وہ جسے چاہتا ہے، حکمت دے دیتا ہے، اور جس کسی کو حکمت مل گئی، تو یقین کرو، اس نے بڑی ہی بھلائی پالی اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر وہی لوگ جو عقل وبصیرت رکھنے والے ہیں۔

یعنی یہ بات کہ اپنی کمائی کا ایک حصہ دوسرے افراد جماعت کو دے دینا، کھونا نہیں ہے، پانا ہے، بہت دقیق بات ہے اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو صاحب حکمت ہیں اور جس کسی نے حکمت کی دولت پائی تو اس نے بڑی سے بڑی بھلائی پالی۔ وما یذکر الا اولوا الالباب: (۵)

اسلامی سوسائٹی کی نوعیت: قرآن وسنت کی تعلیمات اور صحابہ کرام کی عملی زندگی کے مطالعہ کے بعد مجھے اس حقیقت کا پورا اذعان ہو گیا ہے کہ اسلام کے بنائے ہوئے اجتماعی نقشہ میں دولت اور وسائل دولت کے احتکار اور اکتناز کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ''احتکار'' یہ کہ دولت کا کسی ایک طبقہ ہی میں محصور ہو جانا۔ ''اکتناز'' یہ کہ دولت کے بڑے بڑے خزانوں کا افراد کے پاس جمع ہو جانا۔ اس نے سوسائٹی کی نوعیت کا جو نقشہ بنایا ہے، اگر ٹھیک ٹھاک قائم ہو جائے۔ اور صرف چند خانے ہی نہیں، بلکہ تمام خانے اپنی اپنی جگہ بن جائیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا، جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑ پتی ہوں گے، نہ مفلس محتاج طبقے۔ ایک طرح کی درمیانی حالت غالب افراد پر طاری ہو جائے گی۔

بلاشبہ زیادہ سے زیادہ کمانے والے افراد موجود ہوں گے کیونکہ سعی وکسب کے بغیر کوئی مومن زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ لیکن جو فرد جتنا زیادہ کمائے گا اتنا ہی زیادہ انفاق پر مجبور بھی ہوگا۔ اور اس لیے افراد کی کمائی جتنی بڑھتی جائے گی اتنی ہی زیادہ جماعت بہ حیثیت جماعت کے خوشحال ہوتی جائے گی۔ قابل اور مستعد افراد زیادہ سے زیادہ کمائیں گے، لیکن صرف اپنے ہی لیے نہیں کمائیں گے، تمام افراد قوم کے لیے کمائیں گے۔ یہ صورت نہ پیدا ہو سکے گی کہ ایک طبقہ کی کمائی دوسرے طبقوں کے لیے محتاجی ومفلسی کا پیام ہو جائے، جیسا کہ اب عام طور پر ہو رہا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

اعتکاف کے احکام ومسائل کتاب وسنت کی روشنی میں

عبدالولی عبدالقوی، سعودی عرب

الحمد لله الذى خلق العباد لعبادته وأمرهم بتوحيده وطاعته وأشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له فى ربوبيته والهيته وأشهد أن محمدا عبده ورسوله وعلى آله وأصحابه ومن اتبع سبيله ودعاه بدعوته وسلم تسليما كثيرا وبعده:

اعتکاف ایک عظیم المرتبت، گوناگوں خصائص وخوبیوں کی حامل عبادت ہے، ہم ذیل میں اس کے بعض احکام ومسائل کا ذکر کرتے ہیں تاکہ ایک بندہ مسلم اس کے احکام ومسائل سے آگاہ ہوکر علم وبصیرت کے ساتھ اس عبادت کوانجام دے سکے۔

(۱) اعتکاف کا لغوی وشرعی معنی:

اعتکاف عربی زبان کا لفظ ہے، لغت میں جس کے معنی رکنے، ٹھہرنے، کسی چیز کو لازم پکڑنے اوراس سے وابستہ ہوجانے کے ہیں۔(دیکھئے لسان العرب ۲۵۲/۹، المصباح المنیر ۴۲۴/۲)

جیسا کہ اسی معنی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "يعكفون على اصنام لهم (الاعراف: ۱۳۸) وہ اپنے بتوں سے لگے بیٹھے تھے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ" (الانبیاء: ۵۲) یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو، کیا ہیں؟ اور اصطلاح شرع میں تقرب الٰہی کی نیت سے مسجد میں ایک خاص مدت تک کے لیے ٹھہرنے کواعتکاف کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں: کسی مخصوص جگہ پر مخصوص شرط کے ساتھ، مخصوص اطاعت کی پابندی کرنا اعتکاف کہلاتا ہے''۔(المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم از امام قرطبی ۲۴۰/۳)

ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''شب وروز کے کسی بھی لمحہ میں تقریب الٰہی کی نیت سے مسجد میں گھنٹہ یا اس سے زیادہ کے لیے ٹھہرنے کواعتکاف کہا جاتا ہے۔'' (المحلی بالآثار لابن حزم: ۴۱۱/۳)

(۲) اعتکاف کا حکم: مردوں اور عورتوں کے لیے اعتکاف سنت ہے۔(فتاویٰ ابن باز ۴۴۲/۱۵)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اعتکاف سنت ہے الا یہ کہ کوئی نذر مان کر اپنے اوپر واجب کرلے''۔ المجموع للنووی ۴۷۵/۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، جیسا کہ اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

"ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان حتى توفاه الله ثم اعتكف أزواجه من بعده"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی، پھر آپ کے بعد آپ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔(بخاری ۲۰۲۶ء، مسلم: ۱۱۷۲)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فی کل رمضان عشرۃ ایام فلما کان العام الذی قبض فیہ اعتکف عشرین یوما''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان میں دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے لیکن جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی آپ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ (بخاری: ۲۰۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر صحابہ کرام کواعتکاف کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا، جیسا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "فمن احب منكم ان يعتكف فليعتكف فاعتكف الناس معه"۔

لہٰذا تم میں سے جسے اعتکاف کرنا پسند ہو وہ اعتکاف کرے، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا۔ (مسلم: ۱۱۶۷)

امام محمد بن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بڑی حیرت ہے کہ لوگوں نے اعتکاف کیسے ترک کردیا؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کرتے تھے پھر چھوڑ بھی دیتے تھے، لیکن اعتکاف کو وفات تک نہیں چھوڑا۔(فتح الباری: ۲۸۵/۴، عمدۃ القاری: ۱۴۰/۱۲)

(۳) اعتکاف کی فضیلت:

بلا شبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تقرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے مسجد میں آ کر اعتکاف کرنا اور اللہ کی عبادت کے لیے خود کو خالی کر لینا، ایک بہت بڑی عبادت وسعادت ہے اور بڑے ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں یہ سعادت حاصل ہو جائے۔

اعتکاف کی فضیلت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے، جیسا کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا: اعتکاف کی فضیلت میں کوئی حدیث آپ کے علم میں ہے؟ فرمایا: نہیں، سوائے ضعیف کے۔ (مسائل الامام احمد روایۃ ابی داؤد السجستانی: ص ۱۳۷)

لیکن اللہ رب العالمین کا آیت کریمہ ''وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ'' (البقرۃ: ۱۸۷) اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو، میں خصوصیت کے ساتھ نام لے کر اس کے احکام کا تذکرہ کرنا، آپ ﷺ کا اس پر ہر سال مداومت برتنا اور سفر کے سبب چھوٹ جانے پر وفات کے سال بیس دن کا اعتکاف کرنا اس عبادت کی فضیلت اور قدر ومنزلت کا غماز ہے۔ اعتکاف کی فضیلت میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے، لیکن عموما مسجد میں قیام کرنے، اس میں عبادت کی غرض سے بیٹھنے کی بڑی فضیلت وارد ہے۔

جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**ما توطن رجل مسلم المساجد للصلاة والذكر الا تبشبش الله اليه كما يتبشبش أهل الغائب بغائبهم اذا قدم عليهم**''

جو بندہ مسلم نماز اور ذکر کی نیت سے مسجد میں قیام پذیر ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے اتنا خوش ہوتا ہے جیسے گمشدہ شخص کے واپس گھر لوٹ آنے سے اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں۔ (ابن ماجہ ۸۰۰ صحیح عند الالبانی رحمہ اللہ، صحیح ابن ماجہ ۱/۲۴۶)

اس خوشخبری میں اعتکاف کرنے والا بھی داخل ہے، کیوں کہ وہ بھی رمضان المبارک کے مقدس وبابرکت مہینے میں اپنا تمام کاروبار، دنیوی منافع اور گھریلو آسائشوں کو چھوڑ کر اللہ کی رضا وخوشنودی کے حصول کے لیے مسجد کو آباد کرتا اور وہاں اعتکاف کرتا ہے۔

(٤) اعتکاف کا وقت اور مدت: بنیادی طور پر اعتکاف کے لیے کوئی وقت یا مدت متعین نہیں، جس وقت اور جتنی مدت کے لیے کوئی چاہے اعتکاف کر سکتا ہے، البتہ ماہ رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف افضل اور تاکید ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر مداومت برتی ہے، جیسا کہ اعتکاف کے حکم میں اس سے متعلق روایات گذر چکی ہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں نے دور جاہلیت میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنی نذر پوری کرو''۔ (بخاری ۲۰۳۲، مسلم: ۱٦٥٦)

معلوم ہوا کہ سال کے کسی بھی وقت میں ایک دن یا ایک رات چند دنوں کا اعتکاف کیا جا سکتا ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اعتکاف رمضان میں اور اس کے علاوہ سال کے تمام ایام میں مسنون ہے''۔ (قیام رمضان للالبانی، ص: ۳۴)

فتویٰ کمیٹی سعودی عرب کے ایک فتویٰ میں کہا گیا ہے۔ ''اعتکاف کسی بھی وقت جائز ہے، لیکن رمضان کے آخری عشرہ میں افضل ہے''۔ (فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ: ۱۰/۴۱۰)

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اعتکاف ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں زیادہ موکد ہے''۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم: ۸/۷)

(۵) اعتکاف کی جگہ: اعتکاف کے لیے مسجد کا ہونا شرط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ'' (البقرۃ: ۱۸۷) اور تم ان بیویوں سے مباشرت نہ کرو جب تم مساجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہو۔

معلوم ہوا کہ اعتکاف وہ ہے جو مسجد میں ہو اور آپ ﷺ نے بھی ہمیشہ مسجد میں اعتکاف فرمایا۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں مجھے وہ جگہ دکھلائی جہاں آپ ﷺ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۷۱)

واضح رہے کہ اعتکاف ہر مسجد میں ہو سکتا ہے جس میں نماز باجماعت ہوتی ہو، البتہ جہاں جمعہ ہوتا ہو وہاں افضل ہے، تاکہ معتکف کو مسجد سے نکلنے کی ضرورت پیش نہ آئے، لیکن اگر ایسی مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے جہاں جمعہ نہیں ہوتا، تو وہ جمعہ کی ادائیگی کے لیے ضرور نکلے، اس سے اس کے اعتکاف پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(٦) عورتوں کا اعتکاف کرنا: مردوں کی طرح خواتین کے لیے بھی اعتکاف سنت ہے، لہٰذا عورت اپنے شوہر کی اجازت سے اعتکاف کر سکتی ہے، جیسا کہ امہات المومنین آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی اعتکاف کرتی تھیں، لیکن عورتوں کی بھی جائے اعتکاف مسجد ہی ہے، نہ کہ ان کے گھر، عورتوں کا گھر میں اعتکاف کرنا کسی بھی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔

لیکن عورت جس مسجد میں اعتکاف کرنا چاہتی ہے، اگر وہاں مثلا اس کی عزت کو

خطرہ ہو یا مرد و زن کا اختلاط ہو یا پردے کا مکمل انتظام نہ ہو یا اس طرح کی دوسری خرابیاں ہوں یا اس کے اعتکاف کرنے کی وجہ سے بچے ضائع ہو رہے ہوں یا شوہر کی حق تلفی ہو رہی ہو تو ایسی عورت اعتکاف نہ کرے۔

امام نووی رحمہ اللہ اعتکاف سے متعلق روایات کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں:

''ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اعتکاف صرف مسجد ہی میں صحیح ہے، کیوں کہ نبی اکرم ﷺ اور ازواج مطہرات اور آپ کے صحابہ مشقت کے باوجود مسجد ہی میں اعتکاف کرتے تھے، اگر گھر میں اعتکاف جائز ہوتا تو وہ گھر میں بھی اعتکاف کرتے گرچہ ایک بار ہی سہی، بالخصوص عورتیں کیوں کہ ان کی ضروریات زیادہ تر گھر سے وابستہ ہیں اور یہ جو ہم نے اعتکاف کے لیے مسجد کو مختص کیا ہے اور کہا ہے کہ مسجد کے علاوہ اعتکاف جائز نہیں ہے، یہ امام مالک، شافعی، احمد، داؤد اور جمہور مذہب سے اور اس میں مرد و عورت سب برابر ہیں''۔ (شرح النوی علی صحیح مسلم: ۶۸/۸)

(۷) اعتکاف کی شرائط: مسجدوں میں اعتکاف کرنا عبادت ہے، جس طرح ہر عبادت کی درستگی کے لیے کچھ شرائط ہیں، اسی طرح اعتکاف کے لیے بھی مندرجہ ذیل چھ شرطیں ہیں، انہیں شرطوں کے پائے جانے پر اعتکاف کی صحت کا دارو مدار ہے، اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

پہلی شرط: اسلام چنانچہ کسی کافر کا اعتکاف درست نہیں ہے، کیوں کہ کافر کے جملہ اعمال باطل، مردود ہیں۔

دوسری شرط: عقل: اس کی ضد جنون ہے، چنانچہ عقل سے محروم دیوانہ شخص کا اعتکاف درست نہیں ہے، کیوں کہ وہ فقدان عقل کی وجہ سے شرعی احکامات کا مکلّف نہیں ہے، یہاں تک کہ اس کی عقل واپس آجائے۔

تیسری شرط: تمیز اس کی ضد صغر سنی ہے اور اس کی حد سات سال ہے، چنانچہ سات سال سے کم عمر کے بچے کا اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

چوتھی شرط: نیت: نیت کے بغیر اعتکاف یا کوئی بھی عبادت صحیح نہیں ہے بلکہ بغیر نیت کے ادا کی گئی عبادت باطل، غیر مقبول ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال کا دارو مدار نیتوں ہی پر ہے''۔ لہذا اعتکاف کرنے والا رضائے الٰہی کی خاطر اعتکاف کی عبادت بجالانے کی دل میں نیت کرے۔

پانچویں شرط : جماعت اولیٰ مسجد میں اعتکاف کرنا: لہٰذا مرد و عورت کا مسجد کے علاوہ کہیں اور اعتکاف کرنا درست نہیں ہے۔

چھٹی شرط: بڑی ناپاکی سے پاک ہونا

لہذا موجب غسل ناپاکی حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

(۸) اعتکاف کا رکن: اعتکاف کا بنیادی رکن مسجد میں ٹھہرنا اور اسے لازم پکڑنا ہے، بلکہ یہی اعتکاف کی حقیقت اور ماہیت ہے، اس کے بغیر اعتکاف کا تصور نہیں۔

(۹) معتکف میں داخل ہونے اور نکلنے کا وقت:

معتکف (جائے اعتکاف) میں داخل ہونے کے سلسلہ میں راجح بات یہ ہے کہ بیسویں رمضان کو غروب آفتاب سے قبل مسجد میں داخل ہوا اور اکیسویں کی فجر سے اپنے خیمہ میں علاحدگی اختیار کر کے عبادت میں مشغول ہو جائے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے، میں آپ کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگا دیتی اور آپ ﷺ صبح کی نماز ادا کر کے اس میں داخل ہو جاتے۔ (بخاری: ۲۰۳۳، مسلم: ۱۱۷۲)

اور جب عید کا چاند طلوع ہو جائے، تو اب رمضان ختم ہو گیا وہ اپنے معتکف سے نکل جائے۔

(۱۰) اعتکاف کو باطل کردینے والے امور:

اعتکاف کو باطل کرنے والے امور حسب ذیل ہیں:

(۱) بلا کسی ضرورت کے عمداً مسجد سے پورے جسم کے ساتھ باہر نکل جانا۔

اگر معتکف انسانی ضروریات کے علاوہ مثلاً خرید و فروخت، کسی سے ملاقات یا اپنے کسی دنیوی یا سیر و سیاحت کے لیے مسجد سے باہر نکل جائے تو اعتکاف باطل ہو جاتا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہوتے ہوئے اپنا گھر میں داخل کرتے تھے، تو میں آپ کے بالوں میں کنگھی کرتی تھی اور آپ ﷺ حالت اعتکاف میں بلا ضرورت گھر میں داخل نہ ہوتے تھے۔ (بخاری: ۲۰۲۹، مسلم: ۲۹۷)

نیز عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ولا یخرج لحاجة الا لمالا بد منه''

اعتکاف کرنے والا کسی ضرورت کے لیے مسجد سے باہر نہ نکلے الا یہ کہ جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ (ابوداؤد: ۲۴۷۳، حسن صحیح عند الالبانی رحمہ اللہ، صحیح ابو داؤد: ۸۷/۲)

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہل علم کا اتفاق ہے کہ اعتکاف کرنے والا بلا ضرورت مسجد سے نکلے، تو اس کا اعتکاف باطل ہے۔ (مراتب الاجماع لابن حزم: ص ۴۱)

لیکن اگر انسانی ضروریات کے تحت مسجد سے نکلے مثلاً پیشاب، پاخانہ، وضو، غسل، طہارت وغیرہ کے لیے بشرطیکہ مسجد میں میسر نہ ہو، اسی طرح کھانے پینے کے

لیے اگر کوئی پہنچانے والا نہ ہو یا جمعہ کے لیے اگر جامع مسجد میں اعتکاف نہ کیا ہو، تو ان امور سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

(۲) جماع کرنا: اعتکاف کی حالت میں بیوی سے جماع کرنے سے اعتکاف باطل ہوجاتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ''(البقرہ:۱۸۷) اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہوتو اپنی بیویوں سے مباشرت (جماع) نہ کرو۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اگر معتکف اپنی بیوی سے جماع کرلے تو اس کا اعتکاف باطل ہے، اب وہ اپنا اعتکاف نئے سرے سے شروع کرے''۔ (قیام رمضان للالبانی: ص۴۱)

اسی طرح اگر معتکف شہوت کے ساتھ بیوی سے بغل گیر ہو اور منی کا خروج ہوجائے تو اس سے بھی اعتکاف باطل ہے، لیکن بغیر شہوت کے بیوی کو چھونے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

(۳) کسی بھی طرح منی خارج کرنا:

بحالت اعتکاف کسی بھی طرح منی خارج کرنے سے اعتکاف باطل ہوجاتا ہے، البتہ احتلام سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

(٤) نشہ کرنا: اگر معتکف کسی نشہ آور چیز کا استعمال کرلے، تو اس سے اعتکاف باطل ہوجاتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى (النساء:۴۳) اے ایمان والو! تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشہ کی حالت میں ہو۔

آیت کریمہ میں اللہ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب جانے سے منع فرمایا ہے جس کا تقاضا ہے کہ نشہ کی حالت میں نماز کی جگہوں یعنی مساجد کے قریب نہ جایا جائے اور اعتکاف کے لیے مسجد شرط ہے، لہذا نشہ آور کا اعتکاف باطل ہے کیوں کہ اسے مسجد میں جانا منع ہے اور اعتکاف مسجد کے علاوہ کہیں اور جائز نہیں ہے۔

(۵) حیض و نفاس کا خون آجانا:

حیض ونفاس کا خون آجانے سے اعتکاف باطل ہوجاتا ہے، البتہ استحاضہ سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا بلکہ استحاضہ والی عورت پاک عورتوں کے حکم میں ہے وہ نماز بھی پڑھے گی، روزہ بھی رکھے گی اور اگر اعتکاف کرنا چاہے تو اعتکاف بھی کرے گی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی بیویوں میں سے ایک نے جو کہ مستحاضہ تھیں، اعتکاف کیا، وہ سرخی اور زردی (یعنی خون استحاضہ) دیکھتی تھیں، اکثر ہم کوئی برتن ان کے نیچے رکھ دیتیں اور نماز پڑھتی رہتیں۔ (بخاری:۲۰۳۷)

(٦) اعتکاف کی نیت ختم کردینا:

(۷) مرتد ہوجانا: مبطلات اعتکاف سے اعتکاف کے باطل ہونے کی شرطیں:

مذکورہ بالا مبطلات سے اعتکاف اسی وقت باطل ہوگا جب اس میں مندرجہ ذیل تین شرطیں پائی جائیں۔

(۱) اعتکاف کرنے والے کو مسئلہ کا حکم معلوم ہوا اور وہ جانتے ہوئے عمدا وقصدا اس ناقص کا ارتکاب کرے، تو اس سے اعتکاف باطل ہوجائے گا اور اگر مسئلہ کا حکم معلوم نہ ہوا اور وہ نادانستہ طور پر اس کا مرتکب ہوجائے تو اعتکاف باطل نہیں ہوگا۔

جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الاحزاب:۵)

تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہوجائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

(۲) معتکف کو یاد ہو: اگر معتکف بھول کی وجہ سے مبطلات اعتکاف میں سے کسی امر کا ارتکاب کر بیٹھے، تو اس سے اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا۔

(۳) معتکف بااختیار ہو، اپنے ارادے سے وہ کام کرے: اگر معتکف سے مبطلات اعتکاف میں سے کسی امر کا جبراً کرہاً ارتکاب کرایا جائے، تو اس کا اعتکاف باطل نہ ہوگا۔

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "ان اللہ تجاوز لی عن امتی الخطا والنسیان وما استکرھوا علیہ" اللہ نے میری امت سے بھول چوک اور زبردستی کرائے گئے کاموں کا معاف کردیا ہے۔ (ابن ماجہ الطلاق: ۲۰۴۳، صحیح عندالالبانی رحمہ اللہ دیکھئے صحیح ابن ماجہ ۱۷۸/۲)

(۱۱) بحالت اعتکاف ممنوع امور:

حالت اعتکاف میں معتکف کو چاہئے کہ ہر اس عمل سے احتراز کرے جو اعتکاف کی ماہیت اور اس کی روح کے خلاف ہو۔ مثلا:

(۱) بحالت اعتکاف خرید و فروخت، کاروبار، لین دین وغیرہ کرنا:

بحالت اعتکاف مسجدوں میں خرید وفروخت یا لین دین یا کاروباری امور سے متعلق گفتگو کرنا یا جدید وسائل موبائل یا انٹرنیٹ کے ذریعہ تجارت کرنا درست نہیں ہے، اولا تو مسجدیں اس مقصد کے لیے نہیں بنائی گئیں ہیں، دوسرے یہ کام اعتکاف

کے اصل مقصود کے خلاف ہیں۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**من سمع رجلا ينشد ضالة في المسجد فليقل لا ردها الله عليك فان المساجد لم تبن لهذا** '' جوکسی آدمی کو مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے، تو کہے: اللہ کرے تمہارا گمشدہ سامان نہ ملے۔ اس لیے کہ مسجدیں اس مقصد کے لیے نہیں بنائی گئی ہیں۔ (مسلم: ۵۶۸)

اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دیہاتی سے فرمایا جس نے لاعلمی میں مسجد میں پیشاب کر دیا۔

''**ان هذه المساجد لا تصلح لشئى من هذه البول ولا القذر انما هى لذكر الله عزو جل والصلاة وقراء ة القرآن**''

بیشک یہ مسجدیں پیشاب اور گندگی کے لیے درست نہیں ہیں بلکہ یہ اللہ عزوجل کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں۔ (مسلم: ۲۸۵)

(۲) لغو اور فضول گفتگو میں مشغول ہونا: معتکف کو لغو اور فضول گفتگو سے پرہیز کرنا چاہئے، کیوں کہ ایسا کرنے سے اعتکاف کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**ومن كان يومن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت** '' جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ جب بھی بات کرے، تو اچھی بات کرے یا پھر چپ رہے۔ (بخاری: ۶۰۱۸، مسلم: ۴۷) نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه**'' انسان کے حسن اسلام میں سے یہ ہے کہ فضول کام یا بات کو ترک کردے۔ (ابن ماجہ ۳۹۷۶، صحیح عندالالبانی رحمہ اللہ) دیکھئے: صحیح ابن ماجہ ۳/۳۰۲)

آپ اندازہ لگائیں کہ جب عام روزمرہ کی زندگی میں بندہ مسلم کو لغو فضول لایعنی کاموں اور باتوں سے پرہیز کا حکم ہے تو بحالت اعتکاف فضول باتوں میں مشغول ہونا اور نشستیں لگا کر دوستوں کے ساتھ دنیاوی گفتگو اور ہنسی مذاق کرنا کس قدر سنگین اور مقصد اعتکاف کے منافی ہے، ان حرکات سے محض اعتکاف بے مقصد نہیں ہوتا بلکہ مساجد کا احترام بھی پامال ہوتا ہے، ایک معتکف ان فضول لایعنی باتوں کے لیے نہیں اعتکاف محض اس لیے کرتا ہے کہ وہ زندگی کے چند دن دنیاوی مشاغل سے دور مسجد میں گوشہ نشین ہو کر خوب اللہ کی عبادت کرے، اپنی سیاہ کاریوں کی معافی مانگے، روئے گڑگڑائے اور رب کی رضا حاصل کرے۔

لہذا معتکف کو چاہئے کہ وہ اپنے ان قیمتی اوقات کو نماز وروزہ کی پابندی کے ساتھ نفل عبادات مثلا قرآن کریم کی تلاوت، ذکر واذکار، توبہ واستغفار، دعا اور نفل نمازوں میں بسر کرے، تاکہ اس عظیم المرتبت عبادت کے فیوض وبرکات سے اپنے دامن کو بھر سکے اور رحمت ومغفرت الٰہی کا مستحق بن سکے۔

بعض جاہل عوام کا یہ سمجھنا کہ اعتکاف میں بالکل ہی نہیں بولنا چاہئے، تو یہ خیال غلط ہے، بلکہ حسب ضرورت جائز بات چیت کی جا سکتی ہے۔ ممنوع فضول گفتگو میں اپنے اوقات کو ضائع کرنا اور عبادت الٰہی سے غفلت برتنا ہے۔

(۳) کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنا: کبائر کا ارتکاب ہر مسلمان کے لیے ہمہ وقت حرام ہے، لیکن معتکف کے حق میں اس کی حرمت مزید بڑھ جاتی ہے، چنانچہ اسے چاہئے کہ وہ جھوٹ، غیبت، چغلی، بہتان تراشی، حسد، بغض وعداوت، تکبر، عبادت پر غرور اور ہر ایک کبیرہ گناہ سے پرہیز کرے۔

(۴) مریض کی عیادت یا جنازے میں شرکت کرنا:

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''**السنة على المعتكف ان لا يعود مرضا ولا يشهد جنازة ولا يمس امرأة ولا يباشرها ولا يخرج لحاجة الا لما لا بد منه**'' معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ نہ تو مریض کی عیادت اور نہ کسی جنازہ میں شرکت کے لیے جائے اور نہ اپنی بیوی کو چھوئے اور نہ ہی مباشرت کرے اور کسی ضرورت کے لیے مسجد سے باہر نہ نکلے الا یہ کہ جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ (ابوداؤد ۲۴۷۳، حسن صحیح عندالالبانی رحمہ اللہ، دیکھئے صحیح ابوداؤد: ۲/۸۷)

اس میں چھونے سے مراد جماع ہے، جب کہ شہوت کے بغیر محض چھونا منع نہیں، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (دوران اعتکاف) مسجد سے اپنا سر میری طرف حجرے کے اندر کر دیتے اور میں اس میں کنگھی کر دیتی اور جب آپ ﷺ معتکف ہوتے تو بلا ضرورت گھر میں داخل نہ ہوتے۔ (بخاری: ۲۰۲۹، مسلم: ۲۹۷)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: معتکف مریض کی عیادت کے لیے نہ نکلے، البتہ راہ گزرتے ہوئے خیریت پوچھ سکتا ہے''۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۵۱۹)

(۱۲) بحالت اعتکاف جائز امور: ۱- مسجد میں کھانا پینا، ۲- مسجد میں سونا وآرام کرنا، ۳- مسجد میں خیمہ لگانا، ۴- مسجد کے صحن میں نکلنا یا چھت پر چڑھنا، ۵- عمدہ کپڑے زیب تن کرنا اور خوشبو لگانا، ۶- معتکف کے اہل خانہ کا اس کی زیارت کرنا اور حسب ضرورت گفتگو کرنا، ۷- قضائے حاجت کے لیے مسجد سے نکلنا اگر مسجد میں اس کا انتظام نہ ہو، ۸- گھر سے کھانا کھا کر فورا مسجد واپس آ جانا اگر کوئی کھانا پہنچانے والا نہ ہو، ۹- مسجد سے نکلے بغیر مسجد کے اندر مریض کی عیادت کرنا، ۱۰- اگر مسجد میں نماز جنازہ ہو رہی ہو تو نماز جنازہ پڑھنا، ۱۱- معتکف کے لیے جائز ہے کہ مسجد کے اندر سے موبائل کے ذریعہ اپنے والدین، اہل وعیال اور رشتہ داروں کی خیریت لے، ضروری گفتگو پر اکتفا کرے، بہت لمبی گفتگو نہ کرے، کیوں کہ ایسا کرنا مقصد اعتکاف کے خلاف اور اس کے اجر کو ضائع کرنے والا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس عبادت کی قدر ومنزلت کو سمجھنے اور سنت رسول ﷺ کی اتباع وپیروی میں اعتکاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے لیے

عیدانہ فنڈ

جمع کرنا ہرگز نہ بھولیں

عید کی پرمسرت گھڑیوں میں ''مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند'' کو فراموش نہ کریں۔ آپ عید کے مبارک موقعہ پر جس طرح اپنے بچوں کو عیدی دے کر ان کی خوشیوں میں اضافہ کرتے ہیں اسی طرح مرکزی جمعیت کو عیدانہ فنڈ دینا نہ بھولیں۔

تمام ریاستی، ضلعی، مقامی جمعیت اہل حدیث کے امراء ونظماء، ائمہ مساجد وخطباء اور ذمہ داران مدارس ومکاتب سے پُرخلوص اپیل ہے کہ مساجد اور عیدگاہوں میں جمعیت کے لیے ضرور اپیل کریں اور جو رقم مرکزی جمعیت کے لیے حاصل ہو اس کو بذریعہ چیک یا ڈرافٹ جمعیت کو ارسال کریں تاکہ آپ کا یہ عیدانہ فنڈ جمعیت وجماعت کے مفید ترین منصوبوں کی تکمیل میں اہم کردار ادا کرسکے۔

چیک/ڈرافٹ اس نام سے بنائیں:

"Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind"

A/c 629201058685 (ICICI Bank) Chandni Chowk, Delhi-6

(RTGS/NEFT/IFSC CODE ICIC0006292)

ارسال زر کا پتہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶

فون: 011-23273407 فیکس: 011-23246613

رمضان المبارک کے چند امور محدثات

حافظ صلاح الدین یوسف

عبادات میں خلوت اور تنہائی پسندیدہ امر ہے، جیسے نماز ہے، دعا ہے، ذکر اذکار اور توبہ واستغفار ہے، وغیرہ سوائے ان صورتوں کے جن میں اجتماعیت منصوص ہے، جیسے فرض نمازوں کو باجماعت پڑھنے کی تاکید، جمعے کی فرضیت، عیدین کی نماز، صلاۃِ استسقاء وصلاۃِ کسوف وغیرہ ہے۔

لیکن قومی مزاج میں میلوں ٹھیلوں سے شغف، کھانوں کا شوق اور ہاؤ ہو کا جذبہ جس طرح رچ بس گیا ہے، اس نے ان عبادات کو بھی اجتماعیت کا رنگ دے دیا ہے جن میں انفرادیت اور خلوت محبوب ہے۔ ان میں سے رمضان المبارک میں فروغ پذیر چند عبادات کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے جن میں بدعات یا غلو کی آمیزش روز افزوں ہے۔

شب قدر میں مواعظ وتقاریر کا سلسلہ:

شبِ قدر کی جو فضیلت ہے، اسے حاصل کرنے کے لیے اس رات بیدار رہ کر ذکر کرنے کا یہ سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے کہ تراویح کے بعد سے لے کر سحری کے وقت تک مختلف علمائے کرام کے مواعظ وخطبات ہوتے ہیں اور پھر سحری کا بھی وہیں انتظام ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید وحدیث کی محفلیں ''محفل ذکر'' ہیں۔ اس اعتبار سے اس طریقہ ذکر کو ذکر سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ شب قدر میں ذکر کا یہ طریقہ مسنون ہے؟ اسلاف (صحابہ وتابعین) میں سے کسی نے یہ طریقہ اختیار کیا؟ جواب یقیناً نفی میں ہے کیونکہ شب قدر میں نبی ﷺ نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ نہ صحابہ وتابعین میں سے کسی نے، اس لیے شب قدر میں یکسوئی سے عبادات اور ذکر الٰہی ہی کا طریقہ مستحسن اور پسندیدہ ہوگا جو عہد رسالت مآب ﷺ سمیت خیر القرون میں رہا۔ اور وہ طریقہ کیا ہے؟ انفرادی طور پر شب بیداری اور پھر ذکر وعبادت۔ جس میں قیام اللیل (نفلی نماز) دعا ومناجات، توبہ واستغفار اور تلاوت قرآن وغیرہ کا اہتمام ہو۔ اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ ساری رات بیدار رہا جائے کیونکہ ایسا کرنا انسانی عادات کے خلاف ہے اور کسی انسان کے لیے سخت مشقت کے بغیر ایسا کرنا ممکن نہیں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا''، ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں ٹھہراتا''۔ (البقرۃ:۲۸۶)

بنابریں ایک شخص جتنا وقت آسانی سے جاگ کر لیلۃ القدر میں اللہ کی عبادت کر سکتا ہے، اتنی عبادت کرنے سے امید ہے کہ اسے شب قدر کی فضیلت حاصل ہو جائے گی، اس سے لوگوں کو ساری رات بیدار رکھنے کے لیے وعظ وتقریر کا یہ سلسلہ غیر مستحسن ہے۔ اس سے لوگوں میں نہ عبادت کا ذوق پیدا ہوتا ہے اور نہ شب خیزی اور نہ اللہ سے لو لگانے کا جذبہ۔ جب کہ شب قدر کو مخفی رکھنے اور اس میں عبادت کی ترغیب دینے سے یہی مقصد معلوم ہوتا ہے۔

ختم قرآن پر شیرینی کی تقسیم، چراغاں اور لمبی لمبی دعاؤں کا اہتمام: ختم قرآن پر شیرینی وغیرہ کی تقسیم کا جواز، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے ماخوذ ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ سورہ بقرہ کے اختتام پر خوشی اور شکرانے کے طور پر ایک اونٹنی ذبح کر کے تقسیم کی تھی۔ لیکن اس موقع پر جو شور شرابہ اور غل غپاڑہ بعض مسجدوں میں دیکھنے میں آتا ہے، وہ مسجد کے آداب کے خلاف ہے۔ شرینی کی تقسیم اس طرح کی جائے کہ مذکورہ خرابی پیدا نہ ہو۔ اسی طرح کسی مسجد میں شیرینی وغیرہ تقسیم نہ ہو تو اس پر ناک بھوں نہ چڑھایا جائے کیونکہ شیرینی کی تقسیم فرض و واجب نہیں حتی کہ سنت ومستحب بھی نہیں بلکہ صرف جواز ہے، اس لیے اسے فرض وواجب کا درجہ دے دینا غیر مستحسن امر ہے۔

اسی طرح ختم قرآن پر مسجدوں میں چراغاں اور آتشی جھنڈیوں وغیرہ کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے، یہ بھی شرعاً ناپسندیدہ امر ہے، اس لیے کہ ضرورت سے زیادہ مسجد میں روشنی کا انتظام کرنے میں غیروں سے مشابہت کا شائبہ ہے۔

ختم قرآن پر خصوصی طور پر دعاؤں کا اہتمام بھی غور طلب معاملہ ہے۔ اس طرح کی اجتماعی دعا نبی ﷺ سے تو ثابت نہیں۔ علاوہ ازیں دعا میں اخفا (پوشیدگی) مستحسن ہے۔ ''اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً'' ''پکارو اپنے رب کو گڑ گڑا کر اور چپکے چپکے''۔ (الاعراف:۵۵)

مروجہ اجتماعی دعا میں یہ اخفا (پوشیدگی) نہیں بلکہ اجہار (بلند آوازی) ہے۔ حرمین شریفین (مسجد نبوی اور خانہ کعبہ) میں بھی ختم قرآن پر جس طرح لمبی لمبی اور مسجع قافیوں میں دعائیں کی جاتی ہیں، خود بعض سعودی علماء بھی اس پر نکیر کرتے ہیں، اس لیے ختم قرآن پر لمبی لمبی دعاؤں کا اہتمام بھی نظر ثانی کا محتاج ہے۔

دعائے قنوتِ وتر کے ساتھ قنوت نازلہ؟

رمضان المبارک میں ایک اور رواج عام ہوتا جا رہا ہے اور وہ یہ کہ بڑی مساجد میں دعائے قنوت وتر کے ساتھ دعائے قنوتِ نازلہ بھی روزانہ پڑھی جاتی ہے۔ حرمین شریفین (مسجد نبوی اور مسجد حرام) میں بھی بالعموم ایسا ہوتا ہے۔ غالباً اس کی دیکھا دیکھی یہاں بھی بعض مساجد میں اس کا اہتمام ہونے لگا ہے۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ یہ رواج بھی سلف صالحین کے طریقے کے خلاف ہے۔ محض حرمین میں اس کا ہونا اس کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتا، اس کے لیے شرعی دلیل کی ضرورت ہے۔ احادیث میں فرض نمازوں میں تو دعائے قنوت نازلہ کا ثبوت موجود ہے، نبی ﷺ نے ایک موقع پر

مسلسل ایک مہینے پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی ہے، اس لیے فرض نمازوں میں تو اس کا جواز مسلمہ ہے لیکن وتروں میں اس کا جواز محل نظر ہے۔ بنابریں ہمارے خیال میں اس رجحان کی بھی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے نہ کہ حوصلہ افزائی۔ بعض لوگ اس کے لیے صحیح ابن خزیمہ کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے جماعت تراویح کا اہتمام شروع ہوا تو (آخری) نصف رمضان میں وہ قنوت نازلہ پڑھے تھے۔ (حدیث: ۱۱۰۰) یہ البتہ عہد صحابہ کی ایک نظیر ہے جس پر عمل کی گنجائش ہے۔ لیکن اس کے لیے مناسب طریقہ یہ لگتا ہے کہ اس میں قنوت نازلہ سے تجاوز نہ کیا جائے، یعنی اس کو کافروں کے لیے بد دعا، مسلمانوں کی مغفرت اور ان کی فتح ونصرت کی دعا ہی تک محدود رکھا جائے، اس میں دیگر تمام دعاؤں کو شامل کر کے زیادہ سے زیادہ لمبا نہ کیا جائے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ اگر اس کی ضرورت سمجھی جائے تو عشاء یا فجر کے فرضوں میں اس کا اہتمام کیا جائے جو حدیث کے مطابق ہوگا اور زیادہ صحیح ہوگا۔

شبینہ کا اہتمام: رمضان المبارک کے آخری عشرے میں، بالخصوص اس کی طاق راتوں میں شبینے کا اہتمام بھی عام ہے۔ اس میں بعض جگہ تو ایک ہی حافظ صاحب ہوتے ہیں جو ایک ایک رات میں دس دس اس سے کم وبیش پارے پڑھتے ہیں، اس طرح زیادہ سے زیادہ تین راتوں میں قرآن مجید ختم کر دیا جاتا ہے۔ ان صاحب کی رفتار بالعموم اتنی تیز اور الفاظ وحروف کی ادائیگی ایسی ہوتی ہے کہ يَعْلَمُونَ، تَعْلَمُونَ کے علاوہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ظاہر بات ہے کہ اس طرح قرآن کا پڑھنا سننا باعث اجر نہیں بلکہ موجب عتاب ہی ہوسکتا ہے۔

بعض جگہ مختلف حفاظ ہوتے ہیں جو ایک ایک یا دو دو پارے پڑھتے ہیں، ان کی قراءت میں قدرے ٹھہراؤ اور سکون ہوتا ہے، اس لیے ان کا انداز قراءت تو بالعموم قابل اعتراض نہیں ہوتا لیکن اس طرح اجتماعی طور پر شبینوں کا اہتمام ہمیں صحابہ و تابعین کے دور میں نہیں ملتا۔ گویا یہ بھی انفرادی عبادت ہے۔ ایک شخص قیام اللیل میں جتنی لمبی قراءت کرنا چاہے کرسکتا ہے، مستحسن اور مسنون امر ہے۔ یا ویسے ہی زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھنا ہے (بشرطیکہ تجوید اور حسن صورت کا خیال رکھتا ہے) تو یہ بھی مستحسن ہے۔ لیکن شبینے کی صورت میں قرآن خوانی کا طریقہ سلف سے ثابت نہیں، اس لیے اس سے بھی اجتناب کی ضرورت ہے۔

سہ روزہ یا پانچ روزہ تراویح: چند سالوں سے جلد سے جلد قرآن مجید ختم کرنے کا ایک اور سلسلہ شروع ہوا ہے جو ہر جگہ میں عام ہوتا جارہا ہے اور وہ یہ کہ تراویح میں پورے مہینے کی بجائے چند روز میں قرآن مجید ختم کرنا۔ اس میں لوگ چند روز (تین یا پانچ دن) میں پورا قرآن مجید سن کر رمضان المبارک کے باقی ایام میں غالبا کاروبار کے لیے فارغ ہوجاتے ہیں۔ اس میں ایک ہی حافظ صاحب ہوتے ہیں اور وہ 20 رکعتوں میں ۱۰ یا 8 پارے پڑھتے ہیں، اس لیے نہ قراءت صحیح ہوتی ہے نہ رکوع وسجود ہی۔ سب کچھ تو چل میں آیا، کے انداز میں ہوتا ہے۔ اس طرح قرآن کا بھی حلیہ بگاڑا جاتا ہے اور نماز کا بھی۔ اللہ تعالیٰ ایسے اماموں اور مقتدیوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

باجماعت نماز تسبیح کا اہتمام؟ رمضان المبارک میں باجماعت نماز تسبیح کا بھی بڑا رواج ہے حتی کہ عورتوں میں بھی یہ سلسلہ عام ہے۔ نماز تسبیح نفلی نماز ہے اور نماز تہجد، جو نفلی نماز ہے، ایک دفعہ گھر میں موجود ایک شخص کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ پڑھی ہے۔ اسی طرح ایک اور موقع پر ایک گھر میں بھی برائے حصول برکت گھر میں موجود افراد خانہ کے ساتھ باجماعت دو رکعت نفل آپ نے ادا فرمائے ہیں۔ یہ سب اتفاقی واقعات ہیں، ان سے خصوصی اہتمام کر کے نفلی نماز کی جماعت کا اثبات نہیں ہوسکتا جیسا کہ نماز تسبیح کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ بنابریں ہمارے خیال میں یہ ایک نفلی نماز ہے، اس کو انفرادی طور پر پڑھنا صحیح ہے۔ واللہ اعلم

قضائے عمری کی نماز پڑھنا جائز نہیں:

رمضان المبارک کے آخری جمعہ (جمعۃ الوداع) کے دن بعض غیر مشروع چیزیں عوام میں اکثر مروج ہیں، ان میں سے ایک ''نماز قضائے عمری'' بھی ہے جس کی فضیلت کے بارے میں بریلوی آرگن ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ کی ایک اشاعت میں لکھا گیا ہے:

(ا) ''جس شخص کی فرض نمازیں قضا ہوگئی ہوں، اگر وہ اپنے اس فعل پر نادم و شرمندہ ہوکر توبہ کرے اور قضا شدہ نمازوں کو پڑھ لے اور پھر قضائے عمری کے نوافل پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قضائے عمری کی وجہ سے اس کی نمازیں قضا ہونے اور ان میں تاخیر ہونے کا جو گناہ ہوا تھا وہ گناہ معاف بلکہ نیکی میں تبدیل ہوجائے گا۔ نوافل قضائے عمری کی ترکیب یہ ہے کہ جمعہ (جمعۃ الوداع) کے دن ظہر وعصر کے درمیان بارہ رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، آیت الکرسی، قل ھو اللہ احد اور سورہ فلق وسورہ ناس ایک ایک بار پڑھے۔

(ب) جس کی نمازیں قضا ہوگئی ہوں اسے چاہئے کہ پیر کی رات کو پچاس رکعت نفل پڑھے اور فارغ ہوکر رسول اللہ ﷺ پر ایک سو بار درود شریف پڑھے، اس سے خدا تعالیٰ ان سب نمازوں کی (قضا کے گناہ) کا کفارہ ادا کردے گا۔ اگرچہ سو برس کی کیوں نہ ہوں۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، شمارہ رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ، ص ۹)

مذکورہ اقتباس کی وضاحت: اقتباس بالا میں قضائے عمری کی جو ''فضیلت اور اجر وثواب'' بیان کیا گیا ہے وہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ اس سلسلے میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں خود حنفی علماء نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ موضوع (من گھڑت) ہیں اور من گھڑت احادیث سے نہ کوئی مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور نہ کوئی اجر وثواب، چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ اس کی بابت لکھتے ہیں:

''حَدِيْثُ مَنْ قَضٰى صَلَوَاتٍ مِنَ الفَرَائِضِ فِيْ آخِرِ جُمُعَةٍ مِنْ رَمَضَانَ كَانَ ذٰلِکَ جَابِرًا لِكُلِّ صَلوٰةٍ فَائِتَةٍ فِيْ عُمُرِهِ الى سَبْعِينَ سَنَةً، قَالَ عَلِيُّ الْقَارِيُ فِي مَوْضُوعَاتِهِ الصُّغْرىٰ وَالْكُبرىٰ: بَاطِلٌ قَطَعًا لِاَنَّهُ

مُنَاقِضٌ لِلاِجْمَا عِ على اَنَّ شيئًا مِّنَ العِبَاداتِ لَا يَقُومُ مَقَام فَائِتَةِ سَنَوَاتٍ، ثُـمَّ لَا عِبْـرَةَ بِـنَقْلِ صَاحِبِ النِّهَايَةِ وَلاَ بَقِيَّةِ شُرَّاحِ الْهِدَايَةِ لِاَنَّهُمْ لَيْسُوا مِـنْ الْـمُـحَـدِّثِينِ وَلاَ اَسْنَدُوا الحَدِيثَ اِلٰى اَحَدٍ مِنَ الْمُخَرِّجِيْنَ انْتَهىٰ . وَذَكَـرهُ الشَّـوْكَـانِـيُّ فِى الفَوَائِدِ المَجْمُوعَةِ فِى الاَحَادِيْثِ الْمَوْضُوعَةِ بِـلَـفْـظِ مَـنْ صَـلّٰـى فِـىْ آخِـرِ جُـمُـعَةٍ مِّـنْ رَمَضَانَ الخَمْـسِ الصَّلوَاتِ المَفْرُوضَةِ فِى الْيُوْمِ واللَّيْلَةِ قَضَتْ عَنْهُ مَا اَخَلَّ بِهِ مِنْ صَلوةِ سَنَةٍ وَقَالَ: هَـذَا مَـوْضُـوعٌ بِلاشَكٍّ وَلَـمْ اَجِـدْهُ فِـى شَـئٍ مِّنَ الكُتُبِ الَّتِي جَمَعَ مُـصَـنِّـفُـوهَـا فِيهَـا الاَحَادِيثَ المَوْضُوعَةَ وَلٰكِنِ اُشْتَهَرَ عِنْدَ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْـمُتَـفَـقِّهَةِ بِـمَـدِيْـنَةِ صَـنَـعاءَ فى عَصْرِنَا هٰذَا وَصَارَ كَثِيرٌ مِنْهُمْ يَفعَلُونَ ذٰلِكَ وَلَا اَدْرِىْ مَـنْ وَّضَـعَ لَهُـمْ، فَـقَبَّـحَ اللّٰهُ الْكَذَّابِينَ . وقالَ العَلَّامَةُ الـدِّهلَوِىُّ فِى رِسَالَتِه العُجَالَةِ النَّافِعَةِ عندَ ذِكرِ قَرائِنِ الوَضْعِ: الخَامِسُ اَنْ يَّـكُونَ مُخَالِفًا لِمُقتضَى العُقلِ وَتُكَذِّبُهُ القَوَاعِدُ الشَرعِيَّةُ مِثْلُ القَضَاءِ العُمُرِىِّ وَنَحْوِ ذٰلِكَ انتهٰى مُعَرَّبًا... ‘‘

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ قضائے عمری والی روایت بالکل باطل ہے اور اجماع کے بھی مخالف ہے کیونکہ کوئی عبادت بھی کئی سالوں کی فوت شدہ نمازوں کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔

جن فقہاء (صاحب نہایہ اور دیگر شارحین ہدایہ) نے یہ روایت نقل کی ہے، ان کا کوئی اعتبار نہیں، اس لیے کہ ایک تو وہ خود محدث نہیں، دوسرا انہوں نے کسی امام و محدث کا حوالہ نہیں دیا جس نے اپنی کسی کتاب میں اس حدیث کی تخریج کی ہو۔

ملا علی قاری حنفی، مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور امام شوکانی رحمہم اللہ وغیرہم نے بھی اس حدیث کو من گھڑت قرار دیا ہے۔ (الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة اور مجموعة امام الکلام، ص:۳۱۵ طبع لکھنو)

علاوہ ازیں مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے جمعۃ الوداع کی بدعات کے رد میں ایک خاص رسالہ ’’ردالاخوان عن محدث آخر جمعۃ رمضان‘‘ لکھا ہے جو مجموعہ الرسائل الخمس میں شامل ہے، اس میں بڑی تفصیل سے عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں نوافل قضائے عمری کا باطل ہونا ثابت کیا ہے، اس رسالے میں بحث کے آخر میں لکھتے ہیں: ’’ وَخُـلاصَةُ الـمـرامِ فى هٰذا المَقَامِ اَنَّ الرِّوَايَاتِ فى قَضَاءِ العُمُرِىُّ مَكْذُوبَةٌ وَمَوضُوعَةٌ وَالِاهتمامُ بِهٖ مَعَ اعتِقَادِ تَكْفِيرِ مَا مَضٰى بِدعَةٌ بَاطِلَةٌ‘‘ .

’’خلاصہ بحث یہ ہے کہ قضائے عمری سے متعلق روایات جھوٹی من گھڑت ہیں اور پچھلے گناہوں کے کفارے کی نیت سے اس کا اہتمام کرنا ایک بدعت باطلہ ہے۔ (مجموعۃ الرسائل الخمس، ص۶۱، طبع لکھنو ۱۳۳۷ھ)

مولانا لکھنوی مرحوم نے ملا علی قاری حنفی کی جو عبارت نقل کی ہے وہ ان کی دونوں کتابوں (جن میں موضوع احادیث کو جمع کیا گیا ہے) میں موجود ہے۔ پہلی کتاب الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ ہے (جو موضوعات کبیر کے نام سے مشہور ہے) مذکورہ عبارت اس کے صفحہ ۳۵۶ (طبع بیروت ۱۹۷۱ء) میں ہے اور دوسری کتاب المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع ہے (جو موضوعات صغریٰ کے نام سے مشہور ہے) اس کے صفحہ ۱۹۱ (طبع بیروت ۱۹۷۸ء) پر حدیث قضائے عمری کو باطل اور موضوع بتلایا گیا ہے، اسی طرح امام شوکانی رحمہ کی جس عبارت کا حوالہ مولانا لکھنوی کی عبارت میں آیا ہے وہ قاضی شوکانی کی کتاب ’’الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ‘‘ (طبع مصر ۱۹۶۰ء) کے صفحہ ۵۴ پر موجود ہے۔

بہرحال خود حنفی علمائے کرام کی صراحت کے مطابق حدیث قضائے عمری بالکل بے اصل اور من گھڑت ہے۔ اس پر عمل بدعت کے دائرے میں آئے گا جو حسب فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ’’ مَنْ اَحْدَثَ فِى اَمْرِنَا هٰذا مَالَيْسَ فِيهِ فَهُو رَدٌّ‘‘ مردود اور موجب گناہ ہے۔

عید کارڈ ایک تاریخی وضاحت:

عید کے موقع پر ’’عید کارڈ‘‘ ایک دوسرے کو بھیجنے کا بھی بڑا رواج ہے۔ یہ رسم بھی اصلاح طلب ہے، اس میں متعدد قباحتیں پائی جاتی ہیں۔

۱- یہ سراسر فضول خرچی ہے جو قرآن کریم کی رو سے شیطان کے بھائی بندوں کا کام ہے۔

۲- اس میں غیروں کی مشابہت ہے۔ عید کارڈ انگریزوں کے کرسمس کارڈ کی نقل ہے۔

۳- اس کو مسلمانوں میں پھیلانے میں بنیادی کردار بھی انگریزوں ہی کا ہے۔

اس کے لیے ذیل کا ایک تاریخی حوالہ پیش خدمت ہے۔

انگریز نے یہ رسم کس طرح شروع کی؟ اس کے بنیادی کردار کا اعترافِ جرم ملاحظہ فرمائیں:

کراچی کے اخبار روزنامہ ’’نئی روشنی‘‘ کے مالک ومدیر جی اے چوہدری کے والد احمد بخش چوہدری کہتے ہیں:

’’مجھے اعتراف ہے کہ ایک دور تھا جب میں کسی مجبوری کے تحت حکومت برطانیہ کا آلہ کار تھا، میں برصغیر میں انگریزوں کے مفادات کے لیے مختلف کام انجام دیتا تھا، اس کے عوض مجھے معاشی سہولتوں کے علاوہ دیگر مراعات بھی حاصل تھیں، جیسے ہی پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی مجھے محکمہ داخلہ کے انگریز سیکریٹری نے عید کارڈ دکھائے جو بطور خاص انگلینڈ سے چھپ کر آئے تھے، ان پر خانہ کعبہ، مسجد نبوی، کلمہ طیبہ اور براق وغیرہ کی خوب صورت رنگین تصویریں تھیں، مجھے کہا گیا کہ یہ تمام عید کارڈ ایک دھیلے میں فروخت کرنا ہوں گے، بعد ازاں حکومت برطانیہ مجھے ہر فروخت شدہ کارڈ کے عوض ایک (دو پیسے) دے گی، بشرطیکہ میں ۵ ہزار عید کارڈ فروخت کروں۔ مجھے سختی سے تنبیہ کی گئی کہ میں کسی کو بھی کوئی عید کارڈ بلا قیمت نہ دوں، ورنہ میرے حق میں اچھا نہ ہوگا، حکومت کا خصوصی کارندہ ہونے کی بنا پر مجھے پورے برصغیر میں ٹرین پر مفت سفر کی سہولت تھی، میں نے مزید تین افراد کے لیے بھی مفت سفر کی سہولت حاصل کر لی، اب مجھے کارڈ فروخت کرنے پر ایک دھیلہ ملنا تھا، سفر مفت تھا، یعنی ’’چپڑی اور وہ بھی دو دو‘‘۔

رمضان المبارک کے دوران، میں اور میرے یہ تینوں ساتھی دہلی سے کلکتہ تک سفر کے لیے نکل گئے اور ہر بڑے اسٹیشن پر اتر کر کتابوں اور اسٹیشنری کی دکانوں پر جا کر عید کارڈ فروخت کیے اور ایک ماہ سے بھی کم عرصے میں پانچ ہزار سے کچھ زائد عید کارڈ فروخت کر دیے، جس کا گوشوارہ محکمہ داخلہ کو دے کر واجبات وصول کر لیے گئے۔

بقرعید کی آمد سے ایک ماہ پہلے ہم پھر مہم پر نکلے، اس مرتبہ ہم نے کراچی سے راس کماری تک عید کارڈ فروخت کیے، اگلے برس محکمہ داخلہ نے بیس ہزار عید کارڈ دیے، اس دفعہ مذہبی تصاویر کے ساتھ ایسے کارڈ بھی دیے گئے جن پر خوب صورت بچوں، پھلوں اور پھولوں کی تصویریں تھیں، ان بچوں کو عربی لباس پہنائے گئے تھے، حالانکہ وہ شکل وصورت سے انگریز بچے ہی لگتے تھے، یہ بھی بہ آسانی فروخت ہو گئے۔

تیسرے برس جو کارڈ ملے ان میں بچوں اور بچیوں کے لباس مختصر اور جدید فیشن کے مطابق کر دیے گئے، چوتھے برس ہم نے پچاس ہزار سے زائد کارڈ فروخت کیے۔ یوں ہم نے اچھی خاصی دولت کمائی۔ جب ہم حساب کرنے لگے تو سیکریڑی صاحب نے رقم ادا کرنے کے بعد کہا کہ آئندہ کوئی کارڈ نہیں ملے گا، اگر اس سلسلے کو جاری رکھنا چاہو تو خود چھپوالو، اگلے رمضان سے پہلے ہی پورے برصغیر کے کتب فروشوں کے خطوط اور آرڈر موصول ہونے لگے، اب ہم مالی لحاظ سے اس قابل ہو گئے کہ اس کاروبار کو خود جاری رکھ سکتے تھے، ہم نے مختلف چھاپہ خانوں سے عید کارڈ چھپوائے، اگر چہ ان عید کارڈوں کی چھپائی انگلینڈ کے معیار کی نہیں تھی، تاہم پھر بھی اچھی خاصی تعداد میں نکاسی ہو گئی۔ اس کے بعد یہ سلسلہ چل نکلا اور بے شمار چھاپہ خانوں نے عید کارڈ چھاپنے شروع کر دیے، یوں یہ منافع بخش کاروبار، وبا کی طرح پورے ملک میں پھیل گیا''۔

چوہدری صاحب نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: ''مجھے کافی عرصہ کے بعد احساس ہوا کہ سرکار برطانیہ نے ایک بے حد مذموم مقصد کے لیے مجھے آلہ کار بنایا ہے۔ میں نادم ہوں کہ میں نے ایک بری رسم کا آغاز کیا، جو سراسر اسراف بے جا ہے، آج عید کارڈوں کی وجہ سے کروڑوں مسلمان کئی کروڑ روپے اس قبیح رسم پر ضائع کر دیتے ہیں، آج جب میں دیکھتا ہوں کہ عید کارڈوں پر نیم عریاں تصاویر شائع ہو رہی ہیں، تو میں شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہوں کہ اس فحاشی کا آغاز میرے ہاتھوں ہوا، میں نے سرکار برطانیہ کے لیے بڑے بڑے کام کیے، لیکن عید کارڈ کی رسم بد سے بڑا اور قوم دشمن کام کوئی نہیں کیا، یہ گناہ عظیم ہے، آپ سب میری بخشش کے لیے دعا کریں اور یہ بھی کوشش کریں کہ زندگی کے کسی بھی مرحلے پر میری طرح ملت فروشی کے فعل قبیح میں ملوث نہ ہوں''۔

یہ واقعہ چوہدری احمد بخش نے اپنے بیٹے کے روزنامہ ''نئی روشنی'' کے عملے کو ۱۹۶۲ء کے اواخر میں اس وقت سنایا، جب عملے نے ان کے اعزاز میں ایک چائے پارٹی کا اہتمام کیا تھا۔ اس واقعے کو حارث غازی، اسسٹنٹ ایڈیٹر روزنامہ ''نئی روشنی'' نے قلم بند کیا اور آخر میں لکھا کہ میں نے یہ واقعہ سننے کے بعد ۱۹۶۲ء کے بعد سے کسی کو کبھی کوئی عید کارڈ نہیں بھیجا۔ (بشکریہ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور جلد ۵۷، شمارہ ۴۱، ۲۱/ اکتوبر ۲۰۰۵ء)

عید، یومِ مسرت اور یومِ محاسبہ:

عید آتی ہے تو لوگ تیاریوں میں مصروف یا اس کی مصروفیتوں میں محو ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک مذہبی تقریب ہے جس پر ہر مسلمان کا مسرور ہونا ایک امر طبعی ہے لیکن مسلمان کی غمی خوشی بھی، دوسری قوموں کے برعکس، آخرت کی کامیابی یا ناکامی کے ساتھ مربوط ہے۔ بہ فحوائے الدنیا مزرعۃ الآخرۃ جس مسلمان نے اس دنیا میں رہ کر اپنے اللہ کو راضی کر لیا یقیناً وہ کامیاب و بامراد ہے:

'' فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ'' عید کے پرمسرت موقع پر ہمیں یہی سوچنا ہے کہ کیا رمضان المبارک کے تقاضے پورے کر کے ہم نے اپنے اللہ کو راضی کر لیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو یقیناً ہم بہت خوش نصیب ہیں اور دائمی مسرت (جنت) کے حقدار۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو عید کی مسرتوں سے ہمارا کیا تعلق! ہمیں تو خوشی منانے کا حق ہی نہیں ہے۔ مسلمان کی خوشی نئے لباس اور انواع واقسام کے کھانوں اور فواکہ و مشروبات میں نہیں، صرف رضائے الٰہی کے حصول میں منحصر ہے۔ یہی حاصل نہ ہوئی تو یہ لذائذ دنیا اور سامان راحت ونشاط '' وَمَاالْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ'' کے مطابق دھوکے کی ٹٹی ہے یہی وہ پہلو ہے جس کی طرف نبی ﷺ نے بھی اپنے ارشادات میں مسلمانوں کی توجہ مبذول کرائی ہے، فرمایا:

'' مَنْ صَامَ رَمَضَانَ فَعَرَفَ حُدُودَهُ وَتَحَفَّظَ مِمَّا كَانَ يَنْبَغِي لَهُ اَنْ يَتَحَفَّظَ فِيهِ كَفَّرَ مَا قَبْلَهُ''.

جس مسلمان نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے تقاضے پورے کیے اور ہر احتیاط کو ملحوظ رکھا تو اس کے گزشتہ سب گناہ معاف ہو گئے۔

دوسری روایت میں ہے: '' اِنَّ النَّبِى ﷺ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: آمين، آمين، آمين، قِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ! اِنَّکَ صَعِدتَّ الْمِنْبَرَ فَقُلْتَ: آمين، آمين، آمين، فَقَالَ: اِنَّ جِبْرِيْلَ اَتَانِي، فَقَالَ: مَنْ اَدْرَکَ شَهْرَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ فَدَخَلَ النَّارَ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْ: آمين. فَقُلْتُ: آمين''.

''ایک دفعہ نبی ﷺ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین مرتبہ آمین، آمین آمین کہا، آپ سے سوال ہوا کہ آپ نے منبر پر چڑھتے ہوئے آمین، آمین، آمین کہا (یہ کیوں؟) آپ نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے اور کہا: جو شخص رمضان پائے، پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہو جائے اور نتیجتاً آگ میں داخل ہو جائے، ایسے شخص کو اللہ ہلاک کرے، پھر جبریل نے مجھ سے کہا: آمین کہیے، تو میں نے آمین کہہ دی (اے اللہ! جبریل کی یہ بددعا قبول فرما لے)۔ (صحیح ابن خزیمہ وابن حبان بحوالہ صحیح الترغیب، حدیث: ۱۶۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ عید کی مسرتوں کے ساتھ ہر مسلمان کو اپنا محاسبہ بھی کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عجز ونیاز کر کے اپنی کوتاہیوں کی معافی بھی طلب کرنی چاہئے کہ یہ دن صرف یوم مسرت، روز بشارت ہی نہیں، یوم محاسبہ اور لمحہ فکر یہ بھی ہے۔

☆☆☆

عیدالفطر کے احکام ومسائل

مولانا محدث محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

قال اللہ عز وجل: ولتکملوا العدة ولتکبروا الله علی ما هداکم ولعلکم تشکرون (البقرة: ١٨٥) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ''کہ تم روزوں کی گنتی پوری کرو اور تم اس کی نعمتوں پر شکر بجالاؤ''

الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله الله اکبر ولله الحمد (سنن دار قطنی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد ایام جاہلیت کے اطوار ختم کر دیئے اور ان کی جگہ دو اسلامی تہوار مقرر فرمائے عیدالاضحی اور یہی عید الفطر، اس عید کا تقرر ۲ھ میں ہوا اور اس کا حکم مندرجہ عنوان آیت کریمہ میں جس میں اس کی غرض وغایت صرف دو فقروں میں بیان فرمادی ہے۔(۱) اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اظہار (۲) اس کی نعمتوں کا شکریہ

قال الشافعی سمعت من ارضی من اهل العلم بالقرآن ان يقول لتکملو عدة صوم شهر رمضان و تکبروا الله عند اکماله علی ما هداکم و اکماله مغيب الشمس من آخر يوم من ايام شهر رمضان. والتکبير وله من رؤية الهلال و اخره انقضاء العيد وهو فراغ الامام من خطبة.

امام شافعیؒ وامام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں رمضان کے ختم ہوتے ہی عید کے کام شروع ہوجاتے ہیں۔یعنی تکبیریں کہنی شروع کر دینی چاہئیں اور نماز کے ختم ہونے پر بند کر دی جائیں۔

بس یوں سمجھئے کہ عیدالفطر کے جتنے احکام ومسائل ہیں وہ سب اسی محور کے گرد گھومتے ہیں یعنی تکبیریں، عید کی رات کا قیام، غسل، خوبصورت لباس، خوشبو، راستہ میں بلند آواز سے تکبیریں، عید کی نماز اور اس کی کھلے میدان میں ادائیگی، صدقۃ الفطر، نماز عید کے بعد کا صدقہ وغیرہ وغیرہ جتنے مسائل ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی ہی کا اظہار واعلان ہے اور اس کی نعمتوں کا شکریہ: ان کے علاوہ بعض دوسرے احکام بھی ہیں جو اگرچہ ضمنی ہیں لیکن ایک عبادت کا ضابطہ ہونے کی حیثیت سے ان کا علم اور ان پر عمل بھی فی الجملہ ضروری ہے۔

تکبیریں: اس اجمالی تعارف کے بعد اب مختصراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کا اسوہ ذکر کیا جاتا ہے۔مندرجہ عنوان آیت مبارکہ ذکر کرنے کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، مصفی میں فرماتے ہیں کہ ''حاصل آیت آں است کہ بعد انقضائے رمضان تکبیر شروع است در شب و در روز و ما ماموریم باکشار تکبیر بعد از انقضائے رمضان تا انقضائے نماز عید پس در منازل وطریق ومساجد واسواق بعد صلوٰۃ بگویند وبائد کہ رفع صوت کنند وحنفیہ گفتہ اند کہ رفع صوت در عید فطر نیست و بندہ ضعیف گوید کہ عید از شعائر اسلام است واظہار در شعائر اسلام مطلوب ولہذا این جا جماعت مشروع شدہ۔پس رفع صوت در عید و در مقدمات آں مشروع باشد''۔انتہی ملخصاً (مصفی ص:۱۷۸ جلد اول)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے ختم ہوتے ہیں بلند آواز سے بکثرت تکبیریں کہنے کے ہم مامور ہیں۔تا اختتام نماز عید یعنی محلے، راستے، مساجد، اسواق ہماری بلند آواز تکبیروں سے گونج جانے چاہیں۔حنفیہ گو کہتے ہیں کہ اس عید میں تکبیریں بلند آواز سے نہیں کہنی چاہئیں لیکن میں کہتا ہوں، ان کا کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ عید اسلام کے شعائر سے ہے اور شعائر کا اظہار شریعت کو مطلوب ہے۔اسی وجہ سے اس کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے اور اس میں تکبیریں بھی زیادہ کہی جاتی ہیں''۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے امام شافعیؒ کا مسلک اختیار فرمایا ہے کہ تکبیریں شوال کا چاند دیکھتے ہی شروع کر دینی چاہئیں اور اس کی دلیل اس حدیث کا عموم بھی ہے جو بحوالہ طبرانی مجمع الزوائد میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔

زینو اعیادکم بالتکبیر. (مجمع الزوائد ص:۱۹۷ ج ۲) ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عیدوں کو تکبیروں سے مزین کرو''۔

لیکن اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ عید کی نماز کو جاتے ہوئے تکبیریں شروع کرنی چاہیے۔عید کی رات ابتداء کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(شرح مہذب ص:۴۱ ج:۵)

سنن بیہقی میں دو مرفوع حدیثیں بھی اس سلسلہ میں ذکر فرمائی ہیں لیکن ان کو ضعیف کہہ دیا ہے۔

(ص:۲۷۹ ج:۳) سبل السلام میں امام حاکم سے نقل کیا ہے کہ ''هذه سنة تداولها ائمة الحديث''، یہ سنت ائمہ حدیث سے متداول رہی ہے۔

تکبیریں جہری کہیے: یہاں عبداللہ بن عمرؓ کا فعل بھی سن لیجئے کیونکہ یہ سنت متروک ہے اسے رواج دینے کی ضرورت ہے ”کان یغدوا الی العید من مسجد وکان یرفع صوته بالتکبیر“ (بیھقی وغیرہ) ۔عبد اللہ بن عمرؓ بلند آواز سے تکبیریں کہتے ہوئے عیدگاہ جاتے تھے۔ بلکہ ایک مرفوع روایت بھی اس بارے میں موجود ہے گو اس کی سند ضعیف ہے لیکن دوسرے قرائن سے مؤید ہونے کے باعث قابلِ عمل ہے۔

عن عبد الله بن عمرؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یخرج فی العیدین مع الفضل بن عباس و عبد الله و العباس و علی و جعفر و الحسن و الحسین واسامه بن زید و زید بن حارثه و ایمن بن ام ایمن رضی الله عنهم رافعا صوته بالتهلیل و التکبیر. (سنن بیهقی ص:۲۷۹ ج:۳ و ضعفه) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے آدمیوں کی معیت میں عید کے لیے بلند آواز سے تکبیر وتہلیل کہتے ہوئے جارہے تھے آپ کے ساتھ جانے والے لوگ یہ ہوتے تھے۔حضرت عباس، عبداللہ بن عباس فضل بن عباس، حضرت علی، حضرت جعفر، حضرات حسنین، حضرت اسامہ بن زید وایمن رضی اللہ عنہم۔

الفاظ تکبیرات: عبداللہ بن مسعودؓ سے بسند جید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند ضعیف وہی الفاظ مروی ہیں جو مقالے کا سرعنوان ہے (تخریج زیلعی، سبل السلام)

عید کی رات: عید کی رات بھی عبادت کی رات ہے۔اس سلسلے میں مرفوع حدیثیں بھی آئی ہیں جو ضعیف ہیں لیکن صحابہ وتابعین کے آثار اس کی فضیلت اور اس میں قیام کے متعلق آئے ہیں۔(قیام اللیل مروزی ص:۱۱)

امام شافعیؒ وغیرہ سلف بھی اس رات کی فضیلت کے قائل ہیں۔ (شرح مہذب ص:۴۳)

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں ”من قام لیلة العید ایمان و احتسابا لم یمت قلبه حین تموت القلوب. (قیام اللیل ص: ۱۱۰) ”جو کوئی عید کی رات ایمان کے طور پر اور ثواب کی طلب کے لیے قیام کرے تو اس کا دل قیامت کی ہولناکیوں میں مطمئن رہے گا“

بعض سلف اس رات بھی چالیس رکعت ادا فرماتے تھے۔(قیام اللیل)

غسل: عید کے دن غسل مستحب ہے صحابہ وتابعین عید کے دن غسل فرمایا کرتے تھے۔مرفوع روایات بھی آئی ہیں لیکن ضعیف ہیں۔

نئے یا دھلے ہوئے کپڑے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عید کے لیے بعض مخصوص کپڑے رکھنے ثابت ہیں لہٰذا نئے یا عمدہ دھلے ہوئے کپڑے بدلنا بھی عید کے دن سنت ہے۔

خوشبو: خوشبو کے متعلق دوسری روایات کے علاوہ حضرت حسنؓ سے بھی ایک روایت آئی ہے کہ: ”امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان نتطیب باجود ما نجد فی العید (تلخیص ص: ۱۴۴) ”ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عید کے دن عمدہ خوشبو استعمال کریں“۔

کچھ کھا کر جائیے: اس بارے میں متعدد احادیث آئی ہیں کہ عید الفطر کے دن کچھ نہ کچھ کھا کر نماز کو جانا چاہیے۔(کتب احادیث) بہتر یہ ہے کہ میٹھی چیز ہو (سبل السلام) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کھجوریں کھانے میں طاق کا خیال رکھتے تھے (بلوغ المرام، مسند احمد) ہم نعمتوں میں طاق کا خیال رکھ سکتے ہیں۔(واللہ اعلم)

پیدل جانا بہتر ہے: نماز عید کے لیے پیدل جانا بہتر ہے کہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں متعدد حدیثیں آئی ہیں۔اکثر صحابہ کا یہی مسلک اور عمل ہے۔(ترمذی)

عورتیں بھی عید گاہ ضرور جائیں: اس مسئلہ اگرچہ عام فقہائے حنفیہ وغیرہ نے کلًا وجزأً عورتوں کو عیدگاہ میں جانے سے روکا ہے لیکن محققین علماء اس کے قائل ہیں بلکہ بعض وجوب تک بھی کہتے ہیں ان کے دلائل یہ ہیں:

● عن ام عطیہؓ قالت امرنا ان نخرج العواتق لحیض فی العیدین یشهدن الخیر و دعوة المسلمین تعتزل الحیض (المصفی وفی روایة ابن ماجه رعا اخرجو (ص:۳۹۳ ج:۱) ام عطیہ صحابیہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ سب نوجوان کو حتی کہ حائضہ تک کو لے کر چلیں تاکہ وہ برکت کے مقام پر حاضر اور دعاؤں میں شامل ہوں۔البتہ حیض والی نماز سے الگ رہے۔

● ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یخرج بناته و نساه فی العیدین. (ابن ماجه) ”آنحضرت ﷺ اپنی بیٹیوں اور بیویوں کو عیدگاہ لے جایا کرتے تھے“۔

● وعن اخت عبد الله بن روحة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال وجب الخروج علی کل ذات نطاق. (احمد، مجمع الزوائد ص: ۲۲۰ ج ۲) ”آنحضرت ﷺ نے فرمایا سب عوتوں کو عیدگاہ جانا ضروری ہے“۔

اور روائتیں بھی اس سلسلہ میں آئی ہیں۔حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا فرمان بھی یہی ہے کہ: انهما قال حق علی کل ذات نطاق الخروج الی العیدین. (حاشیہ شرح عمدۃ احکام ص:۳۴۱ ج:۲) ”ہر عورت پر

عیدگاہ میں جانا لازم ہے''۔

شاہ ولی اللہؒ کا فرمان: حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ کا اظہار بلند کرنا چونکہ عیدین کی غرض ہے۔ اس لیے: استحب خروج الجمیع حتی الصبیان و النساء – سب بچوں اور عورتوں کو جانا چاہیے۔

حنفی مسلک: مولانا انور شاہؒ فرماتے ہیں: اصل مذھبنا جواز خروج النسوان الی العیدین ۔(العرف الشذی ص:۲۴۴) ''ہمارا اصل مذہب تو یہی ہے کہ عورتیں عیدگاہ میں جاسکتی ہیں''۔

نیکی برباد گناہ لازم: ان نصوص ونقول کے پیش نظر عورتوں کو عیدگاہ میں جانا ضروری تو ہے لیکن یہ بھی نگاہ میں رہے کہ عورتوں کو ظاہری زیبائش، فینسی برقع، سینڈل پہن کر، سینٹ استعمال کر کے عیدگاہ جانا نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہو جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان پر لازم کیا ہے تو یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ: ولیخرجن تفلات (تلخیص: ۱۴۳، بحوالہ ابوداؤد، ابن حبان وغیرہ) اوپر کا لباس سادہ پہن کر جائیں۔ یعنی جاذب توجہ اور بھڑکیلا نہ ہو۔ دوسری روایات میں آیا ہے کہ عورتیں مسجد کو جاتی ہوئی: فلا تمسن طیبا. (تلخیص احمد) خوشبو نہ استعمال کریں۔

صدقہ فطر: صدقہ فطر کے مختصر احکام یہ ہیں: ● زکوٰۃ الفطر طھرۃ للصیام من اللغو والرفث و طعمۃ للمساکین. (ابوداؤد) ''روزے میں بعض کوتاہیاں ہو جاتی ہیں ان کا کفارہ ادا کرنے کا عید کے دن حکم فرمایا گیا ہے۔ تاکہ اس دن نادار لوگ بھی عید کی خوشی سے محروم نہ رہیں اور اپنے بال بچوں سمیت دوسرے لوگوں کے ساتھ عید کی مسرتوں میں شریک ہو سکیں''۔ ● شریعت نے اسے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے: فرض رسول اللہ ﷺ زکوٰۃ الفطر علی العبد والحر والذکر و الانثی والصغیر والکبیر من المسلمین (صحیحین) ''عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے صدقہ فطر فرض قرار دیا ہے۔ آزاد مرد، عورت، چھوٹے بڑے پر''۔ ● ولایعتبر فی زکوٰۃ الفطر ملک نصاب ......علی من ملک صائما فاضلا عن قوتہ یوم العید و لیلۃ و ھو قول الجمھور. (اختیارات ابن تیمیہؒ) ''اس کے لیے نصاب شرط نہیں بلکہ جس کے پاس بھی عید کے دن اپنے اور اپنے بال بچوں کی خوراک سے زائد اتنا موجود ہو کہ وہ ایک صاع اجناس خوردنی سے ادا کر سکے۔ اس پر صدقہ فطر ضروری ہے۔ نصاب مشروط ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے''۔ ● صدقہ فطر ایک صاع فی نفر دینا چاہیے کوئی جنس بھی ہو۔ گیہوں کا نصف صاع ہونے پر صاف ......کوئی نہیں ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے۔ ● صاع کے وزن میں اگر چہ اختلاف کافی ہے لیکن تحقیق سے ثابت ہوتا کہ وہ دو سیر گیارہ چھٹانک کے لگ بھگ ہوتا ہے۔

صدقہ ادا کر کے عید گاہ جانا چاہیے: یہ مسئلہ خوب ذہن نشین کر لیجیے، کہ صدقہ فطر ادا کر کے عیدگاہ جائیے اس کی ادائیگی کا یہی وقت ہے۔ کیوں کہ فرمان ہے ''من اداھا قبل الصلاۃ فھی زکوٰۃ مقبولۃ و من اداھا بعد الصلوٰۃ فھی صدقۃ من الصدقات'' (سنن اربعہ) ''جو کوئی نماز سے پہلے ادا کرے اس کا فطرانہ ادا ہوگیا۔ نماز کے بعد ادا کرنا تو ایک صدقہ ہی ہے فطرانہ نہیں ہے۔'' امر رسول اللہ ﷺ بزکوٰۃ الفطر ان تودی قبل خروج الناس الی الصلوٰۃ و مقتضی ھذین الحدیثین انہ یجوز تاخیرھا عن صلوٰۃ العید و انھا توفت بالفراغ من الصلوٰۃ ھذا ھو الصواب (زادالمعاد) ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہی ہوتا تھا کہ پہلے ہی ادا کیا جائے۔ ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ عید کے بعد اس کا وقت نکل گیا''۔

- ● بہتر یہ ہے کہ عید سے دو چار روز قبل ہی جمع کر لیا جائے (بخاری)
- ● یہ صرف فقراء و مساکین ہی کا حق ہے۔ (کتب حدیث)

عید کی نماز کھلے میدن میں: زادالمعاد میں ہے کہ ''وھدیہ کان فعلھا فی لمصلی دائما ولم یصل العید فی المسجد الامرۃ اصابھم المطر. (ص۱۲۱ج:۱)۔ ''آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ ہی عیدین کھلے میدان میں ادا فرمائی ہے۔ صرف ایک دفعہ بارش کی وجہ سے مسجد میں پڑھی تھی۔ (صحیح بخاری وغیرہ میں اس مضمون کی متعدد روایات آئی ہیں)۔

اذان و اقامت کی ضرورت نہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اذان و اقامت نہیں کہلوائی۔ (بخاری)

عید کی نماز کا وقت: اگرچہ عیدالاضحیٰ کی بہ نسبت عیدالفطر دیر سے پڑھی جا سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی زیادہ دیر بہتر نہیں ہے۔ سورج نکلنے سے تھوڑی دیر بعد وقت ہو جاتا ہے۔ (کتب احادیث)

عید کی نماز: جمہور کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے لیکن صحیح اس کا وجوب ہے کیونکہ ''و وجوبہ ھو الظاھر من مداومتہ ﷺ والخلفاء من بعد و امرہ باخراج النساء والامر اصلہ جربالوجوب'' (سبل السلام ص:۱۷۳ج:۱ :طبع مصر) ''آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفاء نے ہمیشہ پڑھی اور اس کے پڑھنے کا بھی حکم دیا''۔

طریقہ: اس نماز کی دو رکعتیں ہیں۔ دونوں رکعتوں میں باقی نمازوں کے علاوہ کچھ تکبیریں زوائد کہی جاتی ہیں۔ بدیں وجہ ان کو تکبیرات زائد کہی جاتی ہیں۔ بدیں وجہ ان کو تکبیرات زوائد کہتے ہیں۔ ان تکبیروں کی گنتی اور ان کے مقام میں

علماء کی مختلف رائیں ہیں۔ چونکہ ان میں سے اکثر بے دلیل ہیں اس لیے یہاں صرف دو مسلک ذکر کیے جاتے ہیں۔

پہلا مسلک 12 تکبیریں: اکثر صحابہ مثلاً (حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، علی مرتضیٰ، حضرت ابو ہریرہ، ابوسعید، جابر، ابن عمر، ابن عباس، ابو ایوب، زید بن ثابت، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہم اور جمہور تابعین فقہائے سبعہ، عمر بن عبدالعزیز، زہری، مکحول وغیرہ رحمہ اللہ علیہم کا مسلک ہے کہ کل تکبیریں بارہ ہونی چاہئیں۔ پہلی رکعت میں سات دوسری میں پانچ دونوں میں قرأت سے پہلے ائمہ میں سے امام مالک، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق وغیرہم رحمہ اللہ علیہم، جماہیر علماء بھی اسی طرف ہیں۔ اہل حرمین کا عمل بھی زمانہ سلف میں اسی پر تھی ان بزرگوں کے دلائل یہ روایات ہیں۔

● مؤطا امام مالک اور موطا امام محمد میں ہے ''عن نافع انه قال شهدت الاضحیٰ و الفطر مع ابی هريرة فكبر فی الركعة الاولیٰ سبع تكبيرات قبل القرائة وفی الأخرة خمسة تكبيرات قبل القراء ة'' نافع کہتے ہیں میں نے دونوں عیدیں حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ پڑھیں انہوں نے پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہیں اور دونوں میں قرأت سے پہلے''۔

یہ اثر حکماً مرفوع ہے۔ چنانچہ اس پر مولانا عبدالحی حنفی لکھتے ہیں ''ھا لا یکون رایا الا توقیفا بجب التسلیم له'' (التعليق الممجدص: ۱۴۱) ''یہ اجتہادی بات نہیں ہوسکتی۔ آنحضرت ﷺ کا حکم ضرور ہوگا۔ لہذا یہ واجب التسلیم ہے۔

● حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے آنحضرت کی قولاً وفعلاً دو حدیثیں مروی ہیں۔ سنن ابی داؤد میں ہے۔ ''التكبير فی الفطر سبع فی الاولیٰ خمس فی الآخرة و القرائة بعدهما كلتيهما قال الحافظ فی التلخيص ص: ۱۴۴ صححه احمد و علی بن المدينی و البخاری و قال العراقی اسناده صالح (نیل) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عید الفطر میں بارہ تکبیریں ہیں قرات سے پہلے اس حدیث کو امام احمد، امام علی بن مدینی، امام بخاری رحمہ اللہ علیہم نے صحیح کہا ہے۔

سنن دارقطنی ص: ۱۸۱ میں عبداللہ بن عمر کی ہی حدیث ہے کہ ''كبر فی العيدين الاضحیٰ والفطر اثنتی عشرة تكبيرة فی الاولی سبعا و فی الآخرة خمسا سوی تكبيرة الاحرام'' (صحیح البخاری، بیہقی ص: ۲۸۶ ج: ۳) آنحضرت ﷺ نے عیدین میں پہلی رکعت میں علاوہ تکبیر تحریمہ سات اور دوسری رکعت میں علاوہ تکبیر احرام پانچ تکبیریں قرأت سے پہلے کہیں۔ ''قال الامام احمد و انا اذهب الیٰ هذا'' (زاد المعاد) امام احمدؒ فرماتے ہیں میں بھی اسی کا قائل ہوں۔

● ترمذی شریف میں عمرو بن عوف مزنی سے بھی ایک روایت مروی ہے جسے امام ترمذیؒ نے حسن کہا ہے۔ (ترمذی) اور امام بخاریؒ نے صحیح کہا ہے (الجواہر النقی ص: ۲۸۶ ج: ۳)

ان روایات کے علاوہ حضرت عائشہ، عبداللہ بن عمر، سعد، عبدالرحمٰن ابن عباس، جابر، عمار وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روائتیں آئی ہیں جو گو فرداً فرداً ضعیف ہیں لیکن تائید کے لیے کافی ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر جیسے بالغ نظر کا فیصلہ یہ ہے کہ ''سبع فی الاولیٰ و خمس فی الثانية هو اولیٰ ما عمل به لانه روی عن النبی عن عمر و جابر و عائشة و عمر بن عوف ولم يرد عنه من وجه قوی لا ضعيف خلاف هذا. (مغنی ابن قدامہ ص: ۲۳۹ ج: ۲) ''بارہ تکبیروں والی روایت پر عمل بہتر ہے کیونکہ یہ مرفوعاً حسن سندوں سے مروی ہے۔ اس کے خلاف کسی قسم کی روایت آئی ہی نہیں، ان دلائل قویہ کے رو سے صحیح اور راجح یہی مسلک ہے حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ''وعمل اهل حرمين احق است باتباع'' (مصفی ج: ۱ ص: ۱۷۸) وعمل الحرمين ارجح۔ (حجۃ اللہ ص: ۳۱ ج: ۲) کہہ کر اسی کو ترجیح دی ہے۔

ملحوظه: ۱۔ اوپر دارقطنی کی روایت سے آیا ہے کہ پہلی رکعت میں سات تکبیریں تکبیر تحریمہ کے علاوہ ہونی چاہئیں چونکہ اس کی سند اچھی ہے اس لیے ترجیح اسی کو چاہیے۔

ملحوظه: ۲۔ امام نوویؒ نے شرح مہذب میں لکھا ہے: واما الاكمل فان يقرء بعد تكبيرة الاحرام و دعاء الاستفتاح ثم يكبر–وحكی الرافعی قولا شاذا ان دعاء الاستفاح ثم يكبر–وحكی الرافعی قولاً شاذاً ان دعاء الاستفتاح يكون بعد هذه التكبيرات والصواب الاول وهو المعروف من نصوص الشافعی وبه قطع الجمهور (ص: ۱۷ ج: ۵) بہتر صورت یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد دعائے استفتاح پڑھ کر پھر یہ زوائد تکبیریں کہے اور اس کے بعد قرأت شروع کرے۔ امام شافعی کے نصوص کا مقتضی یہی ہے اور جمہور فقہائے شافعیہ کا بھی یہی فیصلہ ہے اور یہی صحیح ہے۔ اگرچہ تکبیر تحریمہ مع زوائد کے بعد دعائے استفتاح کا ایک قول شاذ بھی منقول ہے۔

امام بیہقیؒ نے بھی سنن میں اس مضمون کا ایک عنوان قائم کیا ہے لیکن امام نوویؒ نے اس پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی اور نہ ہی امام بیہقیؒ اس باب میں کوئی حدیث یا اثر لائے ہیں البتہ مغنی ابن قدامہ میں لکھا ہے: ان الاستفتاح شرع يستفتح به الصلوٰة فكان لی اولها كسائر الصلوٰات (ص: ۱۴۰ ج: ۲)

ملحوظه: ۳۔ تکبیرات زوائد کے وقت رفع یدین کسی ایسی مرفوع

حدیث سے ثابت نہیں جو قابل حجت ہو۔ ہاں عبداللہ بن عمرؓ سے ثابت ہے۔ **مع تحریمہ للاتباع یرفع یدیه مع کل تکبیرة** (سبل السلام: ص۱۷۴ ج۱) **ولا یعرف له مخالف فی الصحابة** (مغنی)

دوسرا مسلک مرجوح: فقہائے حنفیہ کا ہے یعنی کل نو تکبیریں پانچ پہلی میں سمیت تکبیر تحریمہ وتکبیر رکوع۔ قرأت سے پہلے، دوسری میں چار۔ بعد میں قرأت سمیت تکبیر رکوع یہ مسلک حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور بعض تابعین کے آثار پر مبنی ہے۔ سنن ابو داؤد وغیرہ میں چند مرفوع روائتیں بھی ہیں جو سند اضعیف ہونے کی بنا پر اس پائے کو نہیں ہیں۔ جس پائے کے پہلے مسلک کے دلائل ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امام محمدؒ نے مؤطا میں اپنے مسلک کی بناء پر عبداللہ بن مسعودؓ کے اثر پر ہی رکھی ہے۔ مرفوع روایت کوئی ذکر نہیں کی۔

واضح رہے کہ امام محمدؒ نے اپنے مسلک کو افضل ہی قرار دیا ہے پہلے مسلک یعنی بارہ تکبیروں والے پر عمل کرنے کی اجازت بھی دی ہے۔ فرماتے ہیں: **فما اخذت به فهو حسن وافضل ذالک عندنا ما روی عن ابن مسعودؓ** (مؤطا امام محمد ص:۱۴۱) جس پر بھی عمل کرلو ٹھیک ہے۔ ہمارے نزدیک افضل عبداللہ بن مسعودؓ کا فعل ہے۔ لیکن ظاہر ہے مجروح اثر سے افضلیت کیسے ثابت ہوسکتی ہے جب کہ اس کے مقابلے پر صحیح روایات موجود ہیں۔

قرأت: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز میں کبھی کبھی پہلی رکعت میں ''**سورة اعلیٰ**'' اور دوسری رکعت میں ''**الغاشیة**'' اور کبھی پہلی میں ''قٓ'' اور دوسری میں ''اقتربت'' تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

خطبہ کے مسائل: خطبہ نماز کے بعد ہونا چاہئے۔ ● خطبہ مسنونہ وہی ہے جو آنحضرت ﷺ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے یعنی حمد ہی سے خطبہ شروع ہونا چاہیے۔ تکبیرات سے خطبہ کا افتتاح آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے: **ویستفتح خطبتها بالحمد لانه لم ینقل عن النبی ﷺ انه افتتح خطبته بغیرها** (اختیارات ابن تیمیہ ص:۴۵) ● اثناء خطبہ بکثرت تکبیریں کہی جاسکتی ہیں۔ (زاد المعاد ص:۱۲۲ ج:۱ بحوالہ ابن ماجہ) ● خطبہ کے لیے منبر کی ضرورت نہیں ہے۔ (زاد المعاد ص:۱۶۲ ج:۱) ● عید کے خطبے بھی جمعہ کی طرح دو ہوسکتے ہیں۔ (ابن ماجہ مجمع الزوائد ص:۲۰۳ بحوالہ بزار۔ ● خطبہ میں کیا ہو؟ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ''**فامر بتقوی الله تعالیٰ وحث علی طاعته و وعظ الناس و ذکرهم (صحیحین) و یامرهم بالصدقة** (مدونہ ص:۱۵۵ ج:۱) اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کا حکم دیا اس کی اطاعت کی طرف توجہ دلائی وعظ وتذکیر فرمائی اور لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ خصوصا عورتوں کو خطاب فرمایا ''**تصدقن ولو من حلیکن**'' (بخاری) تم ضرور صدقہ کرو اگرچہ زیور ہی سے ہو۔

کسی طرف فوج بھیجنی ہوتی تو وہ بھی بھیج دیتے۔ ''**فان اراد ان یضرب علی الناس بعثا ذکره**''.

خطبہ سننا چاہیے: امام مالک فرماتے ہیں کہ: **لا ینصرف حتی ینصرف الامام** (مؤطا) خطبہ عید سنے بغیر نہ جائیے۔

عید کی مبارکباد: عید کے دن آپس میں ملاقات کرتے تو یہ کہتے: **تقبل الله منا و منک** (فتح الباری ص:۵۱۸ ج:۱) اللہ تعالیٰ ہم سے اور تم سب سے قبول فرمائے۔

راستہ بدلیے: آنحضرت ﷺ جس راستے عید کو تشریف لے جاتے اس راستے سے واپس نہیں آتے تھے بلکہ راستہ بدل لیتے تھے۔ (مؤطا) علماء نے اس کی مختلف حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔

عید کے بعد یا پہلے کوئی نماز نہیں: عیدگاہ میں سوائے عید کی نماز کے کوئی نماز نہیں ہے ہاں گھر میں واپس آکر دو رکعتیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

نماز عید کی قضاء: اگر عید کی نماز رہ جائے تو بالکل اسی طرح اس کی قضا دی جاسکتی ہے۔ (بخاری)

عید کے دن کی دعا: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عیدین میں آنحضرت ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے ''**اللهم انا نسئلک عیشة نقیة و میتة سویة ومردا غیر مخذول فاضح اللهم لا تهلکنا فجائة ولا تاخذنا بغتة ولا تجعلنا عن حق ولا وصیة اللهم انا نسئلک العفاف والغنی والتقی والهدی وحسن عاقبة الآخرة والدنیا ونعوذبک من الشک و الشقاق والریاء و السمعة فی دینک یا مقلب القلوب لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب (رواه الطبرانی فی الاوسط وفیه نشل بن سعید متروک ،مجمع الزوائد ص: ۲۰۳)**

الٰہی ہم تم سے حیات عمدہ زندگی، اچھی موت طلب کرتے ہیں اور تیری طرف ایسی واپسی جو رسوا کن نہ ہو۔ الٰہی ہمیں ناگہانی ہلاک نہ کیجئے گا۔ اچانک نہ پکڑیئے گا۔ اور ایسی جلدی موت نہ دیجئے کہ ہم نہ حقوق ادا کرسکیں اور نہ وصیت الٰہی ہم آپ سے طلب کرتے ہیں عفت غناء تقویٰ، ہدایت اور دنیا وآخرت کا اچھا انجام اور ہم آپ کی پناہ میں آتے ہیں۔ شک اختلاف، ریا اور شہرت سے جو آپ کے دین میں ہو۔ اے دلوں کے پھیرنے والے خدا۔ جب ایک دفعہ ہمیں ہدایت بخش دی ہے تو اب اس سے پھیرنا نہیں اور اپنی خاص رحمت سے نوازیئے۔ آپ تو نوازشیں فرمانے والے ہیں۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

(۱)

رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کا اہتمام کریں/مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی

دہلی:۴/مئی ۲۰۱۹ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی سے جاری اخباری بیان میں عامۃ المسلمین سے اپیل کی گئی ہے کہ مورخہ ۲۹/شعبان ۱۴۴۰ھ مطابق ۵/مئی ۲۰۱۹ء بروز اتوار ماہ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ کا چاند دیکھنے کا اہتمام کریں اور براہ کرم مصدقہ رؤیت کی اطلاع بلا تاخیر مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو فون نمبر 011-23273407 پر براہ راست دیں۔ نیز براہ مہربانی مرکزی اہل حدیث رویت ہلال کمیٹی دہلی کے اعلان رؤیت یا عدم رؤیت کے بعد ہی مقامی طور پر واٹس ایپ ودیگر ذرائع سے اعلان کریں۔ افراد ملت خصوصا احباب جماعت اس جانب حتی الامکان توجہ مبذول کریں اور اس سلسلے میں عجلت سے کام نہ لیں۔ ملی تنظیمیں خصوصا رؤیت ہلال کمیٹیاں اعلان سے قبل ایک دوسرے سے مشورہ کریں تاکہ امت وملت کسی طرح کے انتشار سے محفوظ رہے۔ اللہ تعالیٰ امت کو ہر فتنے اور انتشار سے حفاظت فرمائے۔ آمین

(۲)

رمضان المبارک کا چاند نظر نہیں آیا

دہلی ۵/مئی ۲۰۱۹ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی سے جاری اخباری بیان کے مطابق آج مورخہ ۲۹/شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ مطابق ۵/مئی ۲۰۱۹ء بروز اتوار مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک اہم نشست اہل حدیث منزل، اردو بازار، جامع مسجد دہلی میں منعقد ہوئی۔ جس میں ملک کے تقریبا تمام صوبوں سے مسلسل رابطے کے بعد کہیں سے بھی رمضان المباک کے چاند کی رؤیت کی کوئی خبر موصول نہ ہونے کے پیش نظر مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کل مورخہ ۶/مئی ۲۰۱۹ء بروز سوموار شعبان المعظم کی ۳۰ تاریخ ہوگی اور ۷/مئی ۲۰۱۹ء بروز منگل رمضان المبارک کی پہلی تاریخ ہوگی اور روزے کا اہتمام ہوگا۔ ان شاء اللہ ☆☆

اعلان داخلہ

جامعہ ابی ہریرہ الاسلامیہ، لال گوپال گنج، پریاگ راج (الہ آباد)، یوپی شمالی ہند کا ایک اہم ترین دینی تعلیمی اقامتی ادارہ ہے، جو ڈاکٹر عبدالرحمان بن عبدالجبار فریوائی حفظہ اللہ، سابق پروفیسر امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی ریاض جیسی معروف علمی شخصیت کی سرپرستی میں علم وعرفان کے موتی بکھیر رہا ہے۔ قرآن کریم کے حفظ وتجوید کے ساتھ ساتھ پرائمری سے فضیلت تک دینی وعصری تعلیم کا یہاں معقول نظم ہے۔ طلبہ کو کمپیوٹر کی تعلیم بھی دی جاتی ہے، نیز طالبات کے لئے امور خانہ داری، سلائی وکڑھائی کی تعلیم کا بھی نظم ہے۔ تقریبا چھ سو (600) طلبا وطالبات اس کے چشمۂ صافی سے سیراب ہو رہے ہیں۔ طلبا وطالبات کو قیام وطعام کی بہترین سہولت فراہم کی جاتی ہے، اونچی جماعتوں کے طلبہ کو ایسے کمرے الاٹ کئے جاتے ہیں جن کے ساتھ لیٹرین باتھ روم اٹیچ ہیں۔ طلبہ وطالبات کی تعلیم وتربیت کے لیے پینتیس (35) تجربہ کار کہنہ مشق اساتذہ ومعلمات کی خدمات حاصل ہیں۔ جامعہ میں عربی فارسی بورڈ اتر پردیش کے امتحانات (مولوی، عالم، کامل اور فاضل) کا انتظام اور بھرپور اہتمام ہے، طلبہ کو لازمی طور پر یہ امتحانات دلائے جاتے ہیں۔ ان میں سے عالم کی ڈگری سے طلبہ ملک کی کسی بھی یونیورسٹی میں گریجویشن کورس میں جبکہ فاضل کی ڈگری سے جامعہ ہمدرد اور مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں بی یو ایم ایس کورس میں ایڈمیشن لینے کے مجاز ہوجاتے ہیں۔ نیز جامعہ کی سند جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور ملک کی مایہ ناز یونیورسٹی جامعہ ہمدرد نئی دہلی میں منظور شدہ ہے، جامعہ کے متعدد فضلاء وفیض یافتگان مدینہ یونیورسٹی نیز ملک کی بڑی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم ہیں، جبکہ ان کی ایک بڑی تعداد ملک کے اطراف واکناف میں دعوت وتبلیغ، درس وتدریس اور امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہی ہے، بعض فضلاء جامعہ ہی میں درس وتدریس کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

جامعہ کا نیا تعلیمی سال 15 / جون 2019ء مطابق: 11 /شوال المکرّم 1440ھ سے شروع ہو رہا ہے۔ 16 / جون مطابق 12 /شوال المکرّم سے جدید داخلے شروع ہوجائیں گے۔ اچھی تعلیم وتربیت اور روشن مستقبل کے خواہشمند طلبہ مقررہ وقت پر پہنچ کر جامعہ میں داخلہ لینے کی کوشش کریں۔ اچھی تعلیم بھی ملے گی اور بھاری بھرکم فیسوں کا بوجھ بھی نہیں ہوگا۔ داخلہ حسب گنجائش ہی لیا جائے گا۔ تاخیر کی صورت میں ادارہ معذرت خواہ ہوگا۔

جامعہ الہ آباد لکھنو شاہراہ پر شہر الہ آباد سے چالیس کلومیٹر کی دوری پر قصبہ لال گوپال گنج میں لب سڑک واقع ہے۔

(خیر اندیش: ریاض احمد محمد سعید سلفی، شیخ الجامعہ، رابطہ: 9532877173)

ضـــرورت استـــاذ: مدرسہ اسلامیہ سامرود گجرات کے لیے ایک باصلاحیت مستند ادارہ سے فارغ استاذ کی ضرورت ہے جو عربی چہارم تک صرف ونحو ادب اور حدیث کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ امامت وخطابت کا فریضہ انجام دے سکے۔ معقول تنخواہ اور قیام وطعام کا بندوبست رہے گا۔ خواہش مند حضرات درج ذیل نمبرات پر رابطہ کریں: محمود عبدالوہاب سلفی، مولانا اسماعیل محمدی، مولانا ابوبکر فلاحی
9824776148، 9033184684، 9723640434

اعلان داخلـــہ: جامعۃ السید نذیر حسین المحدث الدہلوی، گلی ہنگا بیگ، پھاٹک حبش خان، تلک بازار، دہلی میں اس سال جماعت اولیٰ تا جماعت سادسہ تک داخلے ہوں گے۔ داخلہ فارم 15/جون 2019 بروز ہفتہ صبح 8 بجے سے 12 بجے تک 19/جون بروز بدھ دوپہر 12 بجے تک دستیاب ہے۔ تحریری امتحان برائے داخلہ 20/جون برائے 2019 بروز جمعرات صبح 9 بجے ہوگا۔ داخلہ کے خواہشمند طلباء 19/جون تک جامعہ سے داخلہ فارم لے سکتے ہیں۔ یتیم ونادار طلباء کے لیے خوراکی فیس اور کتابوں کا انتظام جامعہ کی طرف سے ہوگا۔

واضح رہے کہ جامعہ کے عالمیت کی سند جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی سے منظور شدہ ہے اور سعودی عرب کی مختلف جامعات سے الحاق کی کوششیں جاری ہیں۔ مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں۔ (انوار احمد سلفی ،عمید الجامعہ 9310011812 ،رضاء اللہ عبدالکریم المدنی، ناظم تعلیمات، جامعہ ہذا 9540473412)

مدرســـہ محمدیہ میں بچوں کا تعلیمی مظاہرہ: ۲۵/اپریل ۲۰۱۹ء بروز جمعرات کو مدرسہ محمدیہ للبنین والبنات، مدھواپٹی، بینی پٹی، ضلع مدھوبنی کے طلباء وطالبات نے اپنا تعلیمی مظاہرہ پیش کیا۔ بزم کا آغاز احمد اللہ بن عبدالعلام صدیقی کی تلاوت قرآن سے ہوا، بعدہ روشنی بنت کمال نے حمد اور زریں فاطمہ نے نعت پیش کی، مبّرا یاسمین بنت عرفان قاسمی نے تعلیم نسواں کی اہمیت کے موضوع پہ خطاب کیا، صبغت اللہ بن عبدالعلام صدیقی نے تقریر پیش کی بچوں کے پروگرام کے بعد مہمان خصوصی مولانا فہیم الدین جسیم الدین تیمی مدنی مدرس جامعہ امام ابن تیمیہ نے بچوں کی تعلیم وتربیت کے موضوع پر جامع نصیحت کی اور دوسرے مہمان خصوصی حافظ طارق اشرف عمری داعی ومبلغ حیدرآباد نے کہا کہ آپ ہی قوم کے مستقبل ہیں اس لئے ابھی سے آپ پوری دلجمعی کے ساتھ پڑھیں، تضیع اوقات سے بچیں۔ وقت دودھاری تلوار کے مانند ہے اگر آپ نے وقت کی قدر نہیں کی تو وقت آپ کو کاٹ ڈالے گا پھر کف افسوس ملیں گے۔ مجلس کے صدر مولانا حامد عبدالرزاق سلفی داعی ومبلغ بنگلور نے بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بہت ضروری کے عنوان پر خطاب کیا۔ ڈاکٹر حافظ فہد الاسلام السّلفی نے تمام مدعو علماء کرام کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت ادارہ کے بچوں کے لئے دیا۔ آخر میں ناظم اجلاس حافظ مقتدی حسن بن فہد الاسلام السّلفی متعلم جامعہ ابن تیمیہ نے سامعین وسامعات وطلباء، طالبات کے شکریہ کے ساتھ اختتام مجلس کا اعلان کیا۔

(بقیہ صفحہ ۱۳ کا)

اجتماعی مشکلات کا حل: یہ بات کہ قرآن کی تعلیم کے مطابق دنیا میں کس طرح کی مدنیت اور اجتماعیت ہوسکتی ہے؟ جس درجہ اہم ہے، اتنی ہی زیادہ دقیق بھی ہے۔ اگر مسلمان آج اور کچھ نہ کریں، صرف زکوٰۃ کا معاملہ ہی احکام قرآنی کے مطابق درست کرلیں تو بغیر کسی تامل کے دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی تمام اجتماعی مشکلات ومصائب کا حل خود بخود پیدا ہوجائے گا۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ مسلمانوں نے یا تو احکام قرآنی کی تعمیل یک قلم ترک کردی ہے یا پھر عمل بھی کررہے ہیں تو اس طرح کہ فی الحقیقت عمل نہیں کررہے ہیں۔

حواشی

(۱) سب سے پہلی مرتبہ ۹/مئی ۱۹۱۳ء کو یہ تحریر شائع ہوئی۔

(۲) آج کل عربی میں یورپ کی لیبر پارٹی کیلئے حزب العمال، کا لفظ رائج ہے اور مزدوروں کے لئے عمال ہی کا لفظ زیادہ تر لکھا جاتا ہے۔

(۳) دولت کی ''مرکزیت'' یعنی دولت کا کسی ایک ہی جماعت اور سوسائٹی کے طبقے میں جمع ہوجانا اور دیگر حصص وطبقات کا بالکل محروم رہنا۔ یہ حالت تمدن اور سوسائٹی کے لیے سخت ضرررساں ہے۔ رومۃ الکبریٰ کے انقراض وتباہی کے اسباب اولیٰ میں سے ایک سبب یہ بھی تھا۔ اسلام کا قانونِ توریث اور تقسیم ورثہ اسی مصلحت حکیمانہ پر مبنی ہے۔

(۴) فقہاء ومفسرین کا ایک گروہ اسی طرف گیا ہے اور بعضوں نے تو اسے اس درجہ عام کردیا کہ مسجد، کنواں، پل اور تمام اس طرح کی تعمیرات جزئیہ بھی اس میں داخل کردیں۔ وقیل ان اللفظ عام فلا یجوز قصره علی نوع خاص و یدخل فیه جمیع وجوه الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسود والحصون وعمارة المساجد وغیر ذلك (نیل الاوطار) کہا گیا ہے کہ لفظ عام ہے اور اسے کسی خاص نوع میں محدود کرنا جائز نہیں۔ اس میں مردوں کی تکفین سے لے کر مسجدوں، فصیلوں اور قلعوں کے بنانے تک نیکی کی تمام چیزیں داخل ہیں۔ فقہاء حنفیہ میں صاحب فتاوی مظہریہ لکھتے ہیں: المراد طلبة العلم اور صاحب بدائع کے نزدیک وہ تمام کام جو نیکی وخیرات کے لیے ہوں، اس میں داخل ہیں۔

(۵) قرآن نے زکوٰۃ وصدقات کے باب میں جو کچھ کہا ہے، اس کے معارف ووقائق بے شمار ہیں اور بدقسمتی سے مفسرین دوسرے گوشوں میں نکل گئے۔ یہاں تفصیل ممکن نہیں۔ اتنی باتیں بھی بلا قصد قلم سے نکل گئیں اور پھر طبیعت نے گوارا نہیں کیا کہ قلمزد کردی جائیں۔ تفصیل کے لئے البیان کا انتظار کرنا چاہیے۔

سورہ توبہ کی آیت والذین یکنزون الذهب والفضة کی تفسیر تمام متداول تفاسیر میں پڑھو۔ ولا ینفقونها کی توجیہہ میں کیا کیا شکلیں پیدا کی گئی ہیں اور پھر کیسے دور دراز حل نکالے گئے ہیں؟ حالانکہ اگر اکتناز کے زور پر غور کیا ہوتا اور اس بارے میں قرآن وسنت کی روح پیش نظر ہوتی تو معاملہ بالکل واضح تھا۔ بہرحال یہ محل اطناب نہیں۔ ☆☆